علمی مضامین سلسلہ نمبر۳۷، قسط:۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔(اِدارہ)

قیامِ پاکستان اَور مسلمانانِ برِصغیر کے لیے

علماءِ دیو بند کا بے داغ کردار

ابھی ایک دو ماہ قبل ایک مکتبہ نے دربار روڈ لاہور سے حضرت اقدس مولانا السید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کے لیے طلوعِ اِسلام کا مضمون بعنوان ''متحدہ قومیت اَور اِسلام'' چھاپا۔ یہ مضمون حضرتِ اقدس پر اعتراض کے لیے جان بوجھ کر لکھا گیا تھا اِس میں جھوٹ بولنے میں پوری بے حیائی سے کام لیا گیا ہے اور ایک مُسلّمہ مقدس ترین ہستی کو کافرانہ متحدہ قومیت کا قائل ثابت کرنے کی مکروہ کوشش کی گئی ہے ہم نے بتوفیقہٖ تعالیٰ اِس کی وضاحت لکھی۔

نوٹ : کچھ عرصہ سے ملکی روزناموں میں بلا وجہ اَکابر علماءِ دیو بند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت اَقدس مولانا السیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر بے بنیاد اِلزامات لگائے جا رہے ہیں اَور اُن کی اعلیٰ سیاسی بصیرت کو جانبدارانہ اَور بے وزن تجزیوں کے ذریعہ بڑی بے اِنصافی سے داغدار کر کے نئی نسل کو گمراہ کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں جبکہ ملک وقوم سے وفاداری اَور اُس کے لیے جان و مال کی قربانیاں دینا، جیلیں کاٹنا اَور ہندوستان کے عوام میں جذبہ آزادی بیدار کر کے تحریک کو ایسے مقام تک لے جانا جس کے نتیجہ میں ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے فرنگیوں کو یہاں سے بوریا بستر گول کر کے راہِ فرار اِختیار کرنا پڑی اُن کے اخلاص و پاکیزہ کردار اَور اُولوالعزمی پر شاہدِ بین ہیں۔
اِس لیے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ آج سے ۲۵ برس قبل قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ سابق مرکزی اَمیر جمعیت علماءِ اِسلام کا تحریر فرمودہ مضمون شائع کر دیا جائے جس میں تحریکِ آزادی سے لے کر تادمِ تحریر مدلل اَور با حوالہ سیاسی حقائق بہت سہل اَنداز میں بیان کیے گئے ہیں۔(اِدارہ)

اَب اِسی مکتبہ حبیبیہ نے ۱۹۴۶ء کا طبع شدہ ایک اَور رسالہ بھی شائع کیا ہے جس کا نام ''مُکَالَمَۃُ الصَّدْرَین'' ہے یہ رسالہ مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم و مغفور کا لکھا ہوا ہے اُنھوں نے اِس میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر بہت زیادتی کی تھی اُن پر یہ اِلزام لگایا گیا کہ وہ علامہ عثمانی سے جمعیۃ علماء ہند اَور مسلم لیگ کے فارمولے پر مناظرہ کے لیے گئے تھے پھر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مدنی لاجواب ہو کر واپس آئے۔ اِس کا جواب اُن حضرات نے بھی دے دیا تھا جن کی اُس گفتگو میں موجودگی ظاہر کی گئی ہے اَور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جواب تحریر فرمایا تھا جو اُن ہی دِنوں ایک رسالہ کی شکل میں ''کشفِ حقیقت'' کے نام سے شائع کر دیا گیا تھا جسے ''مکالمۃ الصدرین'' کا علم ہے اُسے ''کشفِ حقیقت'' والے جواب کا بھی علم ہے لیکن وہ شخص جو اِس سے آنکھیں چُرا کر ''مکالمۃ الصدرین'' ہی چھاپتا ہے تو وہ اپنے نامۂ عمل میں گناہوں کا اضافہ کرتا ہے۔

مکالمۃ الصدرین کے بارے میں کچھ لکھنے سے پہلے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مکالمۃ الصدرین خود اِس شائع کرنے والے کے منہ پر طمانچہ ہے کہ اُس میں حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اوران کی بناء کردہ جمعیۃ علماءِ اسلام کا ذکر ہے۔ اِسی جمعیت نے عین وقت پر پاکستان بنانے کے لیے پوری قوت سے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور وہ خلاء جو مسلم لیگ میں علماء کے شریک نہ ہونے کا باعث تھا پُر کیا۔ اکابر بریلی اُس وقت فتوؤں پر فتوے شائع کیے جارہے تھے کہ :

> ''اگر رافضی کی تعریف حلال اور جناح کو اُس کا اہل سمجھ کر کرتا ہے تو مرتد ہو گیا اُس کی بیوی اُس کے نکاح سے نکل گئی مسلمانوں پر فرض ہے کہ اِس سے کلی مقاطعہ کریں یہاں تک کہ توبہ کرے''۔ (الجوابات السنیہ علی زہاءِ السوالات اللیگیہ ص ۳۳)

۴۲ء میں شاہ احمد نورانی صاحب کے اَبا جان مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اَور صدر الافاضل نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے دستخطوں سے ''مسلم لیگ'' پر کفر کا فتوی داغا گیا۔ (دیکھئے الدلائل القاہرہ اور اُس کا مقدمہ شائع کردہ انجمن اِرشاد المسلمین لاہور ص ۴،۵)۔

اِن حضرات کے نزدیک اسلام کی عظیم خدمت یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کی تکفیر کریں

اور اُمت ِمحمدیہ (علٰی صاحبہا الصلاۃ والسلام) میں فتنہ وفساد پھیلائیں۔ بریلوی حضرات کے خاص اِس نازک دَور کے کارنامے بلاشبہ محض تخریبی اور منفی کارروائی سے زیادہ نہیں ہیں۔ اِنہوں نے مسلم لیگ اَور قائداعظم کوکوئی ایسا فارمولا مہیا نہیں کیا جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا ضامن ہوتا جبکہ جمعیۃ علماءِ ہند نے موجودہ ہندوستان کے مسلمانوں سمیت فلاحی فارمولا پیش کیا ہے ۔

عدو میں اور مجھ میں غور کر لو فرق اِتنا ہے
کوئی دیوانہ بنتا ہے کوئی دیوانہ ہوتا ہے

مکالمۃ الصدرین جو مولانا طاہر صاحب مرحوم نے خود بخود اپنے خیال سے لکھ ڈالا تھا اِس لیے اصل حقائق سے اِس کا تعلق نہ تھا۔

الف : جیسا کہ اُنہوں نے خود ہی لکھا ہے کہ ''جس وقت مکالمہ ہو رہا تھا بروقت منضبط نہیں ہوا۔'' (مکالمۃ الصدرین ص ۳۲ بعنوان ضروری گذارش سطر ۳)

ب : وہ لکھتے ہیں کہ گفتگو بہت لمبی تھی اور یہ مکالمہ ''تقریبًا سوا تین گھنٹے مسلسل جاری رہا۔'' (مکالمہ ص ۶)

حالانکہ یہ مولانا طاہر صاحب کی وضاحتی عبارتوں سمیت اِس کے کل بارہ صفحات تھے اور اَب چھوٹے سائز کا یہ رسالہ کل ۳۲ صفحات کا ہے۔ اِتنی گفتگو تو آدھے پون گھنٹہ میں ہو جاتی ہے۔

ج : اس گفتگو میں مولانا طاہر سرے سے موجود ہی نہیں تھے۔

د : حضرت علامہ کے اِس پر تصدیقی دستخط نہیں ہیں۔

ہ : علامہ کو پوری گفتگو یاد نہیں رہی تھی۔ جب وہ (مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم) تقریر فرما چکے تو علامہ عثمانی صاحب نے فرمایا کہ مجھے پورے الفاظ واجزاء تو آپ کی لمبی چوڑی تقریر کے محفوظ نہیں رہے البتہ جو تلخیص میرے ذہن میں آئی ہے اُس کے جوابات بلحاظ ترتیب عرض کروں گا۔ اگر کوئی ضروری بات رہ جائے تو آپ یاد دِلا کر مجھ سے اُس کا جواب لے سکتے ہیں۔ (مکالمۃ ص ۶ س ۴)

اِس سے ملتی جلتی عبارت مکالمہ میں ص ۸ پر بھی ہے۔

اِس سے کھلے طور پر یہ معلوم ہورہا ہے کہ خود حضرت علامہ کو پوری باتیں یاد نہیں رہی تھیں جو باتیں بعد میں اُنھوں نے نقل فرمائی ہوں گی وہ صرف علامہ کی اپنی ہی ہوسکتی ہیں جن میں اضافہ کر یہ مضمون بنادیا گیا۔

پھر تحریر ہے اُس مکالمہ میں سب سے زیادہ حصہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب لیتے رہے اَور دُوسرے درجہ میں مولانا احمد سعید صاحب اِن کے شریکِ کار رہے۔ کبھی کبھی اَور صاحب بھی کچھ بول پڑتے تھے (ص ۶ س ۱۱) حالانکہ زیادہ گفتگو مولانا حفظ الرحمٰن اور مفتی عتیق الرحمٰن کرتے رہے تھے جس کا مؤلف کو علم نہیں۔

و : نیز تحریر ہے ''آخر مجلس میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کچھ بولے جو تقریبًا دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہ تھا''۔ (ص ۶ کی آخری سطر)

یعنی حضرت مدنی اور علامہ عثمانی کی گفتگو بہت تھوڑی ہوئی ، پھر اِس زور شور سے اِس گفتگو کا ''مکالمۃ الصدرین'' نام رکھنا کس قدر غلط ہے۔ یہ نام اِس لیے بھی غلط ہے کہ اُس وقت تک علامہ عثمانی رحمہ اللہ جمعیۃ علماءِ اسلام کے صدر بھی نہیں بنے تھے بلکہ صدارت قبول کرنے نہ کرنے کا اپنی حد تک بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ خود مکالمۃ الصدرین میں تحریر ہے۔ ''علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں نے ابھی صدارت کے قبول اور عدم قبول کی نسبت کوئی باضابطہ فیصلہ نہیں کیا ہے لیکن کل کے لیے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا کروں گا۔'' (مکالمہ ص ۲۹ آخری سطر اور ص ۳۰ سطر نمبر ۱،۲)

خود مکالمہ کی اِن عبارات سے معلوم ہورہا ہے کہ علامہ عثمانی مرحوم و مغفور کی گفتگو مولانا حفظ الرحمٰن سے ہوتی رہی اور علامہ کو پوری باتیں یاد نہیں رہیں۔ لازمًا اُنہوں نے پوری باتوں کا جواب بھی نہ دیا ہوگا پھر اپنے تلامذہ کے سامنے اُنہوں نے گفتگو کا کچھ حصہ بیان فرمایا ہوگا جسے اُنہوں نے طبع کر دیا اور مبالغہ بہت زیادہ کیا کہ اِسے مناظرہ کا رنگ دے دیا اور علامہ عثمانی کو قبل اَز وقت ہی صدر جمعیۃ علماءِ اسلام کر کے لکھ دیا۔

ز : مولانا طاہر صاحب مرحوم کی یہ تحریر منسوخ شمار ہو گی کیونکہ اِس کے کچھ عرصہ بعد مولانا طاہر صاحب مرحوم و مغفور کو اِس پر ندامت ہوئی آخر کار وہ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے ساتھ نہیں رہے۔ اُنہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے معافی مانگی اور آج دیوبند میں موجود سب اکابر یہ جانتے ہیں اور اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ حضرت اقدس مولانا السید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ اِس کی تلافی کے

لیے خادمانہ طرز پر حاضر ہوتے تھے۔اُن کے اِس طرزِ عمل کو دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔میں نے خود بھی یہ منظر دیکھا ہے میں ایک سفر میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ تھا۔میرٹھ کے اسٹیشن پر گاڑی زیادہ ٹھہرتی ہے مولانا طاہر صاحب جو ساتھ سفر کر رہے تھے اُترے تھوڑی ہی دیر میں وہ اسٹال سے چائے بنوا کر ٹرے خود اُٹھائے ہوئے لائے مجھے اُن کی پہلی روِش اور اِس حالت کو دیکھ کر بہت تعجب ہوا، چائے اسٹال والا بھی تھالی میں سجا کر لا سکتا تھا اَور وہ حضرت کے خدام میں سے کسی کو بھی ساتھ لے جا کر اُس کے ہاتھ بھیج سکتے تھے یا وہ اُن کے ساتھ جاتا اور اُٹھا کر لے آتا لیکن اُن کا مقصد یہ بھی تھا کہ خود کو مخدوم زادہ ہونے کے باوجود ایک خدمت گار بن کر دکھائیں اور سابقہ اُمور کی تلافی کریں۔

ایسے شخص کی سابقہ تحریرات منسوخ ہو جاتی ہیں اگر یہ رسالہ ہندوستان میں چھاپا جائے تو ہر شخص یہی کہے گا کہ صاحبِ تحریر نے اپنے خیالات سے رجوع کر لیا ہے۔

اِس کے علاوہ تمام باتوں کے جوابات خود حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف کشف حقیقت میں تحریر فرمائے ہیں اُس میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا المفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہما کے بیانات بھی ہیں اور وہ فارمولا بھی ہے جو جمعیۃ علماءِ ہند نے کل مسلمانانِ ہند کے لیے پسند کیا تھا اور اُن صوبوں کی پوری رعایت رکھی تھی جن میں مسلمان اقلیت میں ہیں ۔مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اِسے بھی پاکستان کا نام دیا ہے۔

اُس وقت چونکہ یہ رسالہ غلط مقاصد سے شائع کیا گیا ہے جس سے پڑھنے والے کے ذہن میں اِن حضرات کے بارے میں غلط توہمات پیدا ہوتے ہیں اور ہم سے دریافت کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کے ساتھ جمعیۃ علماء نے بات کر کے کیوں ایک رائے نہیں اختیار کر لی یا مسلم لیگ اِن کے ساتھ ہو جاتی یا یہ سب اُس کے ساتھ ہو جاتے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ اُنہوں نے یہ فارمولا پیش کیا اور یہ دعوت بار بار دی کہ سب مل کر غور کر لیں جس شکل میں مسلمانوں کا نفع زیادہ ہو سب وہی اختیار کر لیں۔

ہم اِس مضمون کے آغاز میں فارمولا بھی ذکر کر رہے ہیں، اِس فارمولے کا تعلق اِن حضرات کے

سیاسی نقطۂ نظر سے ہے اِس لیے پھر اِن کی دعوت غور وفکر اَور مل کر کام کرنے کی اپیل بھی جو خود صدر جمعیت حضرت مولانا السیّد حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اَور جمعیت کے سیکرٹری جنرل مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اُسی زمانہ کی تحریرات میں مطبوع ہے، نقل کرتے ہیں :

مولانا حفظ الرحمن صاحب نے اپنے فارمولے کو ''پاکستان'' تحریر فرمایا ہے اس لیے اُن کے فارمولے کے مطابق پاکستان کا نقشہ پھر علامہ عثمانی رحمہ اللہ کا نقشۂ پاکستان وغیرہ بھی اِسی ذیل میں پیش ہوں گے۔

حضرت مولانا السیّد حسین احمد المدنی رحمہ اللہ :

اسیرِ مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بعد آپ کے جانشین ہونے کی حیثیت سے جس شخصیت پر سب لوگ جمع ہوئے وہ مولانا سیّد حسین احمد مدنی کی ذاتِ گرامی تھی۔ آپ کو جانشین شیخ الہند اَور شیخ العرب والعجم اور شیخ الاسلام کے القاب دیے گئے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں ۳۲ سال بخاری وغیرہ کتبِ حدیث کا درس دیا۔ اور اِس سے پہلے مدینہ منورہ میں طویل عرصہ درس حدیث وعلوم دیتے رہے اور فتاوی کا کام بھی انجام دیتے رہے۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی وابستگی حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ سے اُس دن سے شروع ہوئی جس دِن سے اُنہوں نے دیوبند میں قدم رکھا۔ آپ کی ساری ہی عربی تعلیم شروع سے آخر تک دارالعلوم دیوبند میں ہوئی جن میں مہتم بالشان کتابیں آپ نے حضرت شیخ الہندؒ سے ہی پڑھیں پھر مدینہ منورہ جانے کے بعد بھی ہندوستان آتے رہنے کا سلسلہ رہا تو سب سے زیادہ حضرت شیخ الہند کی خدمت ہی میں رہنا ہوا پھر حضرت شیخ الہندؒ اسیر ہوئے تو ساتھ رہے، غرض ساری عمر پوری سیاسیاتِ شیخ الہندؒ ہی سامنے رہیں۔

سیاسی نقطۂ نظر :

پورے ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت تھی جو برطانوی دجالوں نے غداروں کی مدد سے خصوصاً مفسد شیعوں کی مدد سے ختم کی، شاہانِ دہلی کے گھرانے میں جسے چاہا بادشاہ بناتے رہے اور اُس کو ورغلا کر اُس

کے حکم سے اُس کے عزیزوں کو ختم کراتے رہے، حتّٰی کہ تختِ سلطنت کے لیے شاہی خاندان کے آدمی ڈھونڈنے پڑتے تھے کیونکہ وہ بکثرت قتل ہو گئے تھے یہ سب باتیں تاریخ کی کتابوں میں مفصل موجود ہیں۔

ہمارے اکابر نے اپنے پدرِ رُوحانی حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے زمانہ ہی میں سلطنتِ اسلامیہ کے بقاء کی مسلح جدوجہد شروع کردی تھی۔ اُنہوں نے ابتدائی استحکام کے لیے صوبۂ سرحد کے علاقہ کا انتخاب کیا کیونکہ اُس جانب شمال میں بخارا اَور مغرب میں افغانستان اَور سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ تھی، اُن سے امداد لی جاسکتی تھی۔ اِس طرح پشت محفوظ ہوتی اَور سپلائی بھی جاری رہتی۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ نے وُلَاۃِ بخارا وغیرہ کو امداد کے لیے خطوط تحریر فرمائے۔ (دیکھیں اُن کے مکتوبات) دُوسری طرف اندرونِ ملک بھی ایسے ہی خطوط تحریر فرماتے رہے لیکن اُن کی تحریک نادان جاہ پسند پٹھان سرداران کی وجہ سے ناکام ہوئی۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے سید احمد شہید رحمہ اللہ کی حکومت کو حکومت مُوَقَّتَہ (یعنی ضرورت کے تحت وقتی حکومت) فرمایا ہے جو شاہ دہلی کے پاس پہنچ کر ختم ہوجاتی اَور خوبصورتی سے اُن کے حوالہ کردی جاتی۔

اِسی طرح اُن کے بعد آنے والے تمام حضرات کے پیش نظر پورے ہندوستان میں مسلمانوں کا غلبہ رہا ہے حتی کہ حضرت شیخ الہندؒ اَور حضرت مدنیؒ کی پوری جماعت کا دور آیا۔ اُن کے نزدیک مسلمانوں کی فلاح کی وہی صورت قابلِ ترجیح تھی جس میں پورے ہندوستان میں مسلمانوں کا عمل دخل ہو۔

یہ حضرات اصحابِ رُوحانیت تھے۔ اِن سے مل کر غیر مسلم مانوس ہوتے تھے اَور عہدِ قدیم میں اِن ہی جیسے حضرات کا عمل دیکھ کر قومیں کی قومیں داخلِ اسلام ہوتی آئی تھیں۔ اِس لیے یہ ہندو سے اَور اُس کی اکثریت سے خائف نہیں تھے۔

اُن کے نزدیک ہندو مسلم تفریق اَور اکثریت واقلیت کا سوال انگریزی دور کی پیداوار تھی۔ اِس بارے میں انگریز مبصرین کے بیانات جو کبھی کبھی شائع ہوجاتے تھے اِس کی واضح دلیل ہیں۔

جو حضرات ہندوستان میں داعیانِ اِسلام گزرے ہیں مثلاً حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہٗ جو اَکابرِ دیوبند کے سلسلہ چشتیہ میں جدِ امجد ہیں، ہندوؤں کو مسلمان کرتے رہے۔ اُن کے بعد اَور

اکابر کے ہاتھوں بھی قومیں اَور بستیاں داخلِ اِسلام ہوتی رہیں۔ یہ حضرات بھی اِسی انداز سے سوچتے تھے۔ چنانچہ تقسیم کے بعد مشرقی پنجاب میں جہاں مسلمان کا گزر مشکل تھا اِن حضرات نے بھی عملاً ایسا کر کے بھی دکھایا اَور آج تک ہندوستان میں دین کی بقاء کی کامیاب کوششیں کرتے رہے ہیں۔ مشرقی پنجاب میں اکابرین جمعیۃ نے بار بار دَورے کیے وہاں مسلمانوں کو برآمد کیا۔ اُنہیں حوصلہ دِلا کر ظاہر کیا۔ اُن کے لیے شبینہ مکاتب اور اسلامی تعلیمات پر مشتمل ایسا عمدہ اَور سہل نصاب [1] مرتب کیا کہ اِسے پڑھ کر نہ صرف یہ کہ اَحکامِ اسلام سے واقفیت پیدا ہوتی ہے بلکہ وہ دُوسروں کے سامنے محاسنِ اِسلام رکھ کر دعوت بھی دے سکتا ہے۔ (پورے ہندوستان میں جب ہندی حکماً رائج کی گئی تو اِس نصاب کا ہندی میں ترجمہ تیار کر دیا گیا تاکہ مسلمان بچے ہندی زبان میں دینی تعلیم حاصل کرتے رہیں غرض ہر طرح اُنہوں نے اِسلام کی خدمت کی) اُنہوں نے نہ صرف یہ کیا کہ مشرقی پنجاب میں رُوپوش مسلمانوں کو برآمد کریں بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر اُنھوں نے تبلیغ و دعوت کے مواقع بھی تلاش کیے اُس کی صورتیں ملاحظہ ہوں :

الف : وہاں ہماری بے شمار مساجد اَور درسگاہیں اَور درگاہیں رہ گئی ہیں، درگاہوں میں جو اجتماعات ہوتے تھے وہ شروع کیے تو اُن میں عجیب بات یہ سامنے آئی کہ سکھوں اَور ہندوؤں نے بھی حصہ لیا اور خواہش کی۔ ۵۴ء/ ۵۵ء کی بات ہے کہ مشرقی پنجاب میں تین دِن کا پروگرام مسلمانوں اور غیر مسلموں کے اشتراک سے ایک دَرگاہ پر رکھا گیا جس میں ایک دن تلاوت ایک دن وعظ اور ایک دن قوالی ہوئی، وعظ کے لیے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم جنرل سیکریٹری جمعیۃ علماءِ ہند وغیرہ تشریف لائے اور سیرتِ مبارکہ پر بہترین مواعظ اِرشاد فرمائے۔

(ب) مجھے راولپنڈی میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ [2] نے ۵۸ء میں ایک

---

[1] یہ نصاب ''دینی تعلیم کے رسائل'' کے نام سے مکتبۂ محمودیہ نزد جامعہ مدنیہ لاہور نے طبع کیا ہے۔ آٹھویں جماعت تک کے لیے یہ بارہ حصوں پر مشتمل ہے۔ نو حصے طبع ہو چکے ہیں۔ (حامد میاں غفرلہٗ)

[2] آپ علامۂ حدیث شارح طحاوی و مصنف حیاۃ الصحابہ امیر ابن امیر جماعت تبلیغ ہیں حضرت مدنی رحمہ اللہ جب دہلی تشریف لاتے تھے تو جمعیۃ علماءِ ہند کے دفتر میں سب نے دیکھا ہے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

واقعہ سنایا۔ ایک کوٹھی میں دن کے دس گیارہ بجے دھوپ میں تشریف فرما تھے، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا تذکرہ چل رہا تھا۔ فرمایا کہ ہم نے مشرقی پنجاب میں تبلیغی جماعت بھیجنے کا اِرادہ کیا۔ جن لوگوں کو ہم نے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۱) کے پاس گھٹنوں دوزانو بیٹھے رہتے تھے۔ بسا اَوقات ایسا ہوتا تھا کہ حضرت مدنی تحریری کام کرتے ہوتے تھے اور مولانا موصوف اِسی طرح مؤدب بیٹھے رہتے تھے۔ اِن حضرات کا تعلق اِتنا عجیب تھا کہ اِس کی مثال تلاش کرنی مشکل ہے آپ اپنے والد ماجد حضرت شاہ الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور خلیفہ تھے اور وہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدینہ طیبہ کے اور وہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے خلیفہ تھے۔ دُوسری طرف چونکہ حضرت مدنی حضرت گنگوہی کے خلیفہ تھے اِس لیے حضرت شاہ الیاس صاحب بھی حضرت مدنی کا بہت زیادہ احترام رکھتے تھے رحمہم اللہ۔

مجھے تبلیغی جماعت کے ایک قدیم کارکن جناب الحاج افتخار احمد صاحب فریدی مرادآبادی مدظلہم نے بتلایا کہ ابتدائی زمانہ میں ہماری خواہش ہوتی تھی کہ اکابر کا تعاون حاصل کیا جائے۔ اِس سلسلہ میں ایک دفعہ یہ ذہن میں آیا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے جماعتِ تبلیغ کے لیے کوئی تحریر حاصل کی جائے۔ اِس کی صورت یہ سامنے آئی کہ حضرت مدنی کے ایک عزیز تبلیغی جماعت میں کام کی غرض سے پہلی ہی دفعہ دہلی حضرت شاہ الیاس صاحب کے پاس جا رہے تھے۔ فریدی صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے اِن سے کہا کہ آپ حضرت مدنی کی خدمت میں خط لکھ کر اپنے لیے تعارفی اَور سفارشی مکتوب منگالیں کہ حضرت شاہ الیاس صاحب نظرِ توجہ مبذول رکھیں۔ حضرت مدنی اُن دِنوں جیل میں تھے مگر جیل سے انتظام کیا گیا تھا کہ خط روزانہ آتے جاتے رہیں آپ کا جواب آیا جس میں اُن کے تبلیغی سفر پر اظہار مسرت فرمایا گیا تھا اَور تحریر تھا کہ بزرگوں کے یہاں سب سے شفقت ہوا کرتی ہے اس لیے سفارشی خط کی ضرورت نہیں، آپ کا جی چاہے تو میری یہی تحریر اُن کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اُنہوں نے دہلی جا کر جب یہ تحریر شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کی تو اُنھوں نے خوشی سے اِسے سر پر رکھ لیا اور حضرت مولانا یوسف صاحب رحمہم اللہ کو آواز دی ''یوسف دوڑ، تبلیغ قبول ہوگئی''۔

اِس سے اِن کا حضرت مدنی سے اِنتہائی گہرا تعلق ثابت ہوتا ہے۔ مجھے خود اِس سے زیادہ وزنی واقعات معلوم ہیں جن میں اُنہوں نے ایک جلیل القدر بزرگ اَور عالم کے مقابلہ میں فوقیت بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اِن جیسے اگر ایک پلہ میں اِتنے رکھے جائیں اور دُوسرے میں تنہا حضرت مدنی ہوں تو یہ پلہ بھاری ہوگا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انتخاب کیا اُن سے یہ کہا کہ آپ لوگ پنجاب جانا حضرت مدنی کی اجازت پر موقوف رکھیں ۔ یہ لوگ دیو بند پہنچے اَور مسئلہ پیش کیا ،مولانا نے فرمایا کہ حضرت مدنی ؒ تو مجاھد تھے اُنہیں کب اِنکار ہوسکتا تھا، اُنہوں نے فرمایا ضرور جائیں، یہ لوگ اِس اجازت کے بعد آگے روانہ ہو گئے ۔ جمنا پار ایک بستی میں پہنچے،

(بقیہ حاشیہ ص ۲۲) اِس واقعہ کی مناسبت سے مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو راولپنڈی میں خود حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے مجھے سنایا تھا۔ اِس سے اَندازہ فرمائیں کہ حضرت شاہ الیاس صاحب ؒ کو جن اکابر سے عقیدت تھی اُن سے کس طرح کا نادر تعلق تھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ (جو اپنے زمانہ میں بلاشبہ پورے ہندوستان کے مفتیٔ اعظم تھے پیکرِ فقاہت وتقوی تھے) جماعتِ تبلیغ کے شروع دَور میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ کام سمجھ میں نہیں آتا باقی آپ کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ۔ کچھ عرصہ بعد حضرت مفتی صاحب نے اِس کام کے اَور جماعت کے بارے میں تعریفی کلمات اِرشاد فرمائے ۔ یہ بات شاہ صاحب کو پہنچی تو اِس قدر خوش ہوئے کہ دیر تک بار بار بے اختیار فرماتے رہے ''اَب کیا ہوگا'' افسوس ہے کہ میں نے حضرت مولانا یوسف صاحب سے حضرت شاہ صاحب کے اِن کلمات کا مطلب نہیں دریافت کیا سمجھ میں یہی آتا ہے کہ خوشی میں بے ساختہ اِتنا جملہ فرماتے تھے تو اُس کے بقیہ کلمات محذوف ہوں گے اَور پورا جملہ اِس لیے نہیں اَدا فرماتے ہوں گے کہ اُس میں اپنی تعریف کا پہلو نہ نکل آئے جس سے یہ مقدس حضرات سخت پرہیز رکھتے تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ ۔

ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب ولایتی کپڑے کا لباس پہنے ہوئے دیو بند تشریف لائے جو حضرت مدنی پسند نہیں فرماتے تھے آپ نے شاہ صاحب سے اِس کے بارے میں کوئی جملہ فرمایا یہ بات حضرت مدنی ؒ کے مہمان خانہ میں ہوئی تھی پھر حضرت مدنی گھر میں تشریف لے گئے ، اِن کے جانے کے بعد حضرت شاہ صاحب نے متعدد بار پُر زور الفاظ میں فرمایا کہ ''حضرت مولانا نے جو اِرشاد فرمایا وہ بالکل حق ہے'' اور ہاتھ سے زور دینے کے لیے اِشارہ بھی فرماتے جاتے تھے ۔ (راوی نے مجھے بتایا کہ حضرت شاہ صاحب رُک رُک کر ہکلا کر بول رہے تھے آپ کی فطری زبان اِسی طرح تھی)۔ایک دفعہ آپ نے حضرت مدنی ؒ سے اپنی جماعت تبلیغ کے بارے میں اِرشاد فرمایا کہ میں آپ کے لیے سپاہی تیار کر رہا ہوں ۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ اِن کے سُننے اور جاننے والے آج بھی مل جائیں گے ۔ (حامد میاں غفرلہٗ)

وہاں ایک مسلمان کا مکان معلوم ہوا ، اُس نے ڈرتے ڈرتے بہت تھوڑا تعاون کیا اِن لوگوں کی آمد کی اطلاع تھانہ میں ہوگئی ۔ تھوڑی ہی دیر میں اِنہیں پولیس پکڑ کر تھانہ لے گئی ۔ اِن لوگوں کو اُنھوں نے ایک ٹرک میں بھر کر جھال میں ایک ایک کر کے ڈالنے کے لیے بھیج دیا ۔ اِن حضرات نے اپنے پیسے وغیرہ ایک پوٹلی میں کر کے ایک ساتھی کو دے دیے اَور مرنے کے لیے تیار ہوگئے اور یادِ خدا میں لگ گئے ۔ بالآخر سب کو جھال میں ڈال دیا گیا ، کچھ سامان جو پسند آیا وہ سپاہیوں نے پہلے ہی رکھ لیا تھا ۔

جھال [۱] میں گر کر بچنے کا کوئی سوال ہی نہ تھا سپاہی واپس تھانہ چلے گئے ۔ یہ اُن کا پہلا کارنامہ نہیں تھا وہ مسلمانوں کے ساتھ پہلے بھی یہی کرتے رہے تھے ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اِن حضرات کی بڑی مدد فرمائی یہ سب زندہ رہے اَور کناروں پر لگ گئے ۔ البتہ یہ سب بے ہوش ہو گئے تھے ۔ ان میں سے ایک کو ہوش آیا اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا ، پانی سے اپنے ساتھیوں کو نکالا ۔ وہ سب ہوش میں آگئے دیکھا تو ایک جھاڑی میں وہ پوٹلی بھی اَٹکی ہوئی تھی جس میں پیسے تھے ، اپنے کپڑے سُکھائے نوٹ سُکھائے پھر بستی کی طرف رُخ کیا لیکن جس بستی میں پہنچے وہ وہی بستی تھی جس کے سپاہیوں نے اِنہیں دریا بُرد کیا تھا ۔ اب پھر سپاہی پکڑ کر تھانہ لے گئے تھانہ دار نے تحقیق کی کہ اِنہیں جھال میں ڈالا گیا تھا یا نہیں ؟ یہ وہی لوگ ہیں یا اِن کے مشابہ اَور کوئی ہیں ؟ اِن کے نام اَور حلیہ جو اپنے پاس درج تھا ملایا ۔ (حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ فوٹو ملائے) اِس کے بعد متأثر ہو کر اِن کی باتیں سُنیں ، پھر اِنہیں مسجد میں جانے کی اِجازت دی ۔ اِن سے الگ تنہائی میں بھی باتیں کیں اَور مشرف باسلام ہوا ۔

(اور اُس نے) اِن حضرات کی زبانی حضرت مولانا یوسف صاحب کی خدمت میں پیغام بھجوایا کہ میں اِس نام سے خط لکھا کروں گا ، آپ اِس طرح اِس پتہ پر جواب دیا کریں ، اگر کہیں اَور کا تبادلہ ہوگا تو پتہ لکھوں گا (پھر اُس کے خطوط آتے رہے) ۔ مولانا نے اِرشاد فرمایا کہ تھانہ دار نے اِن لوگوں سے کہا کہ یہاں میں آپ کو زیادہ نہیں ٹھہرا سکتا میری ملازمت کا معاملہ ہے اور آپ پنجاب میں آگے نہ جائیں کیونکہ حالات

---

[۱] دریاؤں سے نہریں نکالنے کے لیے بند باندھا جاتا ہے اَور دریا کا مطلوبہ سطح سے زائد پانی دریا ہی میں بند کے دروازوں کے اُوپر سے گرتا رہتا ہے اِسے جھال کہتے ہیں یہ اُونچائی سے گرتا ہے تو تیز بھی ہوتا ہے ۔

بہت خراب ہیں۔ یہ لوگ اُس کی خاطر داری میں نفی میں جواب نہیں دے سکے۔ وہاں سے جس سمت اُس نے بتلایا تھا کہ اِدھر سے واپس چلے جائیں روانہ ہو گئے۔ دُور نکلنے کے بعد مشورہ کیا جس میں یہ طے ہوا کہ ہم جتنے روز کے اِرادہ سے آئے ہیں اور جس طرح کام کرنے کے اِرادہ سے آئے ہیں اُسی طرح پورے عرصہ کام کرنا چاہیے اِس لیے پھر اپنی اَٹکل سے کسی اَور سمت کا راستہ اختیار کیا لیکن چلتے چلتے وہی تھانہ پھر سامنے آ گیا اِس دفعہ تھانہ دار نے بات سن کر اِنہیں خدا کے حوالہ کیا اور آگے جانے دیا۔

آپ اَندازہ کریں کہ اِس جماعت کی ایمانی قوت اِس واقعہ کے بعد کتنی بڑھ گئی ہوگی۔ اُن کے لیے اَب کوئی مقام پُر خطر نہ رہا ہوگا۔ ہمارے اِس طبقہ کی حالت جو اپنے آپ کو پڑھا لکھا کہتا ہے یہ ہے کہ مذہب سے نا آشنا ہے اِس لیے اِسلام کی طرف دعوت کے تصور سے عاری ہے اَور اِس بارے میں وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہے اِس کی معراجِ تصور یورپ کی تقلید اَور نقل ہے۔ اِسلام کی ہر اُس بات پر وہ خود بھی معترض ہو جاتا ہے جس پر غیر مسلم اہلِ یورپ مفسد مستشرقین معترض ہوں وہ اُن کے سامنے بے وجہ کھسیانہ اَور شرمندہ رہتا ہے جس کی وجہ اپنے دین سے ناواقفیت ہے اور پاکستان میں بہت بڑا طبقہ ایسا ہی ہے ایسا طبقہ اِسلام کی طرف دعوت دینے کا خیال بھی نہیں کر سکتا یہی حال اَب تک چلا آ رہا ہے۔ (اور یہی حال مسلم لیگ میں شامل نوابوں، سرداروں اور خان بہادروں کا تھا، الّا ماشاء اللہ)۔ اِنہیں یہ بھی تمیز نہیں کہ کون سی بات جائز ہے اَور کون سی ناجائز، اور کون سی بات کرنی چاہیے اَور کون سی نہیں۔ عزیز احمد صاحب [1] نے گاندھی کی سمادھی پر سچ مچ فاتحہ پڑھی ہمارے سابق سفیر ہند سیّد فدا حسین نے جاتے ہی تقریر میں کہہ دیا کہ ''قائداعظم کی آخری خواہش یہ تھی کہ بمبئی آ کر وکالت کرتے یہاں کے اخبارات نے یہ خبر نہ دی ہو لیکن اِنڈیا میں چھپی ہے اور الجمعیۃ اخبار میں ۶ یا ۷ جنوری ۷۷ء کو اِس پر اِداریہ لکھا گیا۔ معلوم ہوتا ہے ہر اپنے سے بڑے سے مرعوبیت اِن کا خاصہ بن گیا ہے جس میں حواس کھو بیٹھتے ہیں۔

(ج) اِس کے بالمقابل ہندوستان میں آج بھی ہندو اَور سکھ مسلمان ہو رہے ہیں اَور خود بخود بھی متاثر ہو کر اِسلام قبول کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک نوعمر لڑکا کلیر شریف آیا اور مسلمان ہو گیا۔ وہ وہاں ہر نماز

---

[1] سابق وزیرِ خارجہ پاکستان۔ محمود میاں غفرلہٗ

میں صفِ اوّل میں ہوتا ہے اور دینی مسائل کی تعلیم بھی حاصل کر رہا ہے یہ واقعہ تو چند روز ہوئے ایک دوست سے معلوم ہوا جو وہاں گئے تھے اَور اُن کی اُس سے ملاقات بھی رہی تھی۔ باقی ایسے واقعات جا بجا ہوتے رہتے ہیں میں نے اَور مقامات کے بارے میں بھی سُنے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی باطنی قوت یہاں کے مسلمانوں سے زیادہ ہے وہ محاسنِ اِسلام اَور سیرتِ پاک بیان کرتے ہیں جس سے دعوت الی الاسلام کا فائدہ ہوتا رہتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تک ہمارے اکابر کی یورپ سے ہمیشہ پنجہ کشی رہی ہے وہ اُن کی ہر رَگ و پے سے واقف تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہ اللہ یورپ کی جدید سیاست کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :

''یورپین اقوام عمومًا اَور برطانیہ خصوصًا اپنے اغراض و مقاصد کے لیے خواہ وہ کسی قدر بھی مذموم اور مشئوم ہوں ہر قسم کے جائز اَور ناجائز ذرائع اَور وسائل کو استعمال کرنا نہ صرف مباح سمجھتی ہیں بلکہ ضروری اَور فرض خیال کرتی ہوئی عمل درآمد کرتی رہی ہیں، اِس راہ میں ہر ہر قسم کی ڈپلومیسی اَور دجل وفریب اَور ہر ہر نوع کی منافقت اَور بد دیانتی کو انتہائی کمال اور سیاست شمار کرتی ہیں۔ تہمت تراشی اور اِفتراء پردازی دروغ گوئی اور بہتان بندی اُن کے یہاں اَوجِ کمال کی مقدس سیڑھیاں ہیں جن کے لیے نہ صحافتی ذمہ داریاں مانع ہوتی ہیں نہ اِنسانی اخلاق اور مذہبی تعلیمات سدِّ راہ بنتی ہیں، یہی اُن کا نصب العین اور مقصدِ زندگی ہے اور یہی اُن کا معیارِ عروج و ترقی ہے۔ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ. (سُورۂ رُوم پ۲۱ ع۴)

جس قدر بھی کوئی دُشمن ڈپلومیٹک اَور دروغ گو ہے وہی سب سے زیادہ پولیٹکل اَور صاحبِ کمال سیاسی ہے۔ اُن کو اِن اُمور میں گوئے سبقت حاصل کرنے میں نہ حیاء و شرم مانع ہوتی ہے اَور نہ مخلوق کی مظلومیت اور اُن کے احتجاجات اَور تنقیدات کی پروا ہوتی ہے۔ اِن کی گذشتہ تاریخ اَور روزمرہ کے واقعات اِس پر پوری طرح روشنی ڈالتے

ہیں ۔آج بدقسمتی سے یورپ زدہ ایشیائی اقوام عمومًا اَور نوجوانانِ ہندوستان خصوصًا اُن کی اِس ملعون تہذیب سے متأثر ہوکر اُسی طرز کو محمود سمجھتے اَور اُسی پر عمل درآمد کرنا فخر سمجھتے ہیں اور یہ زہر اُن کے رگ وجسم میں اِس قدر سرایت کرگیا ہے کہ ایسے اُمور کی قباحت اَور شناعت بھی اُن کے ذہن ودماغ سے جاتی رہی۔'' (کشفِ حقیقت ص ۲،۳)

اکابر جمعیۃ علماء کے سامنے اِسلام کی سربلندی تھی اَور دُشمنانِ اِسلام کے ساتھ جہاد۔ دُشمنانِ اسلام میں سب سے بڑا دُشمن یورپ تھا اَور اُس میں برطانیہ سب سے بڑی طاقت تھا، یہ حضرات اَور اِن کے اکابر انگریز کی چالبازیوں کو پوری طرح سمجھتے تھے ہر چیز پر نظر رکھتے تھے۔ علماء کے اِس طبقہ کی ساری عمریں اِس جہاد میں گزری تھیں اُن کی تمام تحریرات جذبۂ جہاد اَور ترغیبِ جہاد وتعلیم ذکر اللہ سے بھری ہوئی ہیں اَور خود اُن کی زندگیاں علم وعمل تقوی اَور جہاد کا اعلیٰ ترین نمونہ تھیں۔

اِن حضرات کے پیشِ نظر عالمی سطح کے پروگرام رہتے تھے، وہ برسہابرس سے اِس نتیجہ پر پہنچے ہوئے تھے کہ اگر ہندوستان سے انگریز چلے جائیں تو عرب ممالک بھی سب آزاد ہو جائیں گے اِن کے جلسوں میں اِسی مضمون کی نظمیں پڑھی جاتیں اور اِسی قسم کی تقاریر ہوتیں۔

اِن ہی کی مسلسل قربانیوں اَور جدوجہد کے بعد بالآخر وہ دَور آیا جب حکومتِ برطانیہ یہ طے کرنے پر مجبور ہوگئی کہ ہندوستان کو آزاد کرنا ہی پڑے گا۔

اُس وقت ہندوستان میں بہت سی پارٹیاں تھیں لیکن اُن میں مسلم جماعتوں میں جمعیۃ علماءِ ہند اَور مسلم لیگ کے معاملات حضرت مدنی سے متعلق ہیں۔ اِس لیے مختصرًا ہم نے یہ خاکہ بیان کیا۔ جب اُن حضرات کی جدوجہد کے کامیاب ہونے کا وقت آنے لگا تو برطانیہ میں حزبِ اختلاف واقتدار میں سے ایک کی رائے ہوئی تھی کہ مقبوضہ ممالک کو آزادی دی جائے۔ جب وہ پارٹی برسرِ اِقتدار آئی جس کی یہ پالیسی تھی کہ وہ مقبوضہ علاقوں کو آزادی دے تو اُس وقت بھی اَکابرینِ جمعیت قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ جب عالمی جنگ ختم ہوئی تو یہ لوگ جیل سے باہر آئے، اُنہوں نے اِس صورت میں اپنے قدیم ذہن سے مسلمانوں کے لیے بہترین حل سوچا۔

یہ لوگ فکرِ ولی اللّٰہی کے وارث چلے آرہے تھے اُنہوں نے مسلمانوں کے لیے ایسا فارمولا ترتیب دیا کہ جس کی رُو سے مسلمان پورے ہندوستان میں ایک مؤثر طاقت بن کر رہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اِن حضرات کے پیش نظر پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی فلاح کا مسئلہ تھا۔ وہ کہتے تھے کہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں مسلمانوں کی خودمختار ریاست بن جانے سے ریاست نہایت کمزور ہوگی کیونکہ اُس مسلم ریاست میں مسلمان ساڑھے پچپن فیصدی اَور غیر مسلم [1] ساڑھے چوالیس فیصدی ہوں گے جو مسلم ریاست میں کسی بھی وقت ڈیڈ لاک پیدا کر سکتے ہیں وہ کمزور اقلیت نہ ہوں گے۔ اَور ہندوستان کے باقی صوبوں میں مسلمان صرف گیارہ فیصدی رہ جائیں گے جو بہت کمزور اقلیت ہوگی، اپنا تحفظ نہ کر سکے گی۔ لہٰذا خودمختار ریاست سے متوقع فائدہ نہ ہو سکے گا اَور ہندوستان میں اَقلیت کو شدید نقصان اُٹھانا پڑے گا۔

اِس لیے بہتر صورت یہ ہے کہ مسلم اَکثریت والے صوبوں میں مذہبی تحفظ کی مضبوط اَور دُور رَس شکلیں منظور کرائی جائیں۔ یہ اِجمال ہے اَور اُن کے فارمولے کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ مرکزیہ جمعیۃ علماءِ ہند نے اپنے ایک مضمون کے آخر میں زعمائے مسلم لیگ کو مل کر بیٹھنے اَور غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے وہ فرماتے ہیں :

صحیح طریقہ کار

آخر میں بصد عجز واِلحاح پاکستانی اَور لیگی حضرات کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ صحیح طریق کار وہ نہیں ہے جو مسلم لیگ کے قائد اعظم نے اختیار کر رکھا ہے۔ بلکہ مسلم مفاد کے لیے سب سے بہتر طریق کار یہ ہے کہ تمام مسلم جماعتیں پارٹی بازی یا جماعتی برتری کے غیر اِسلامی تصور سے بالاتر ہو کر ایک جگہ بیٹھیں اَور پھر دیانت وسنجیدگی کے ساتھ تمام پیش کردہ مسلم اِسکیموں پر غور کریں تاکہ سب مسلمان ایک نقطے پر جمع ہو کر متفقہ طور سے ایک مُسلّم مطالبہ کانگریس کے سامنے پیش کر سکیں اَور کسی جماعت اَور کسی پارٹی کو اِس سے اِختلاف نہ ہو۔

---

[1] مشرقی پنجاب سمیت پاکستان ہوتا اَور نقل آبادی نہ ہوئی ہوتی تو پاکستان میں غیر مسلموں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی۔

چونکہ جمعیۃ علماءِ ہند بار بار اِس اقدام کے لیے مسلم لیگ کو خصوصیت کے ساتھ دعوت دے چکی ہے اِس لیے مسلم لیگ کا فرض ہے کہ وہ اِس دعوت کو قبول کرنے کا اعلان کرے ورنہ تو ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ حالت کا نتیجہ محض یہ ہے کہ صرف حکومت اِس سے فائدہ اُٹھا رہی ہے اَور خدا جانے کب تک اُٹھاتی رہے گی۔ وہ کبھی پاکستانی حضرات کو طفلِ تسلی دیتی رہے گی اَور کبھی کانگریسیوں کو سراہنے لگے گی۔

اگر میری اِس گذارش کو نیک خواہی پر محمول کرکے اِس صحیح طریق کار کو اختیار کرلیا جائے تو اگرچہ آج ہندوستان کو ڈومی نین اسٹیٹس (درجہ نوآبادیات) سے زیادہ نہ ملے مگر اِس کے بعد وہ وقت بھی جلد ہی آجائے گا جب تھوڑی سی جدوجہد سے ہمارا یہ ملک آزادیٔ کامل کی منزل تک بھی پہنچ جائے گا۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

(جاری ہے)

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۳۷ ، قسط : ۲

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

قیامِ پاکستان اَور مسلمانانِ برِصغیر کے لیے

علماءِ دیوبند کا بے داغ کردار

جمعیۃ علماءِ ہند کا فیصلہ : پورا ہندوستان ہمارا پاکستان ہے

ہم ذیل میں جمعیۃ علماءِ ہند کے اجلاس لاہور ۴۲ء کا فیصلہ اَور اُس کے بعد کی اضافہ کردہ تشریح درج کرتے ہیں تاکہ ہر ایک اِنصاف پسند طالبِ حق یہ فیصلہ کر سکے کہ جمعیۃ علماء صرف نفی کے پہلو کا عامل نہیں

نوٹ : کچھ عرصہ سے ملکی روزناموں میں بِلا وجہ اَکابر علماءِ دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت اَقدس مولانا السیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر بے بنیاد اِلزامات لگائے جا رہے ہیں اَور اُن کی اعلیٰ سیاسی بصیرت کو جانبدارانہ اَور بے وزن تجزیوں کے ذریعہ بڑی بے اِنصافی سے داغدار کر کے نئی نسل کو گمراہ کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں جبکہ ملک وقوم سے وفاداری اَور اُس کے لیے جان ومال کی قربانیاں دینا، جیلیں کاٹنا اَور ہندوستان کے عوام میں جذبہ آزادی بیدار کر کے تحریک کو ایسے مقام تک لے جانا جس کے نتیجہ میں ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے فرنگیوں کو یہاں سے بوریا بستر گول کر کے راہِ فرار اِختیار کرنا پڑی اُن کے اخلاص و پاکیزہ کردار اَور اُولوالعزمی پر شاہدِ بین ہیں۔
اِس لیے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ آج سے ۲۵ برس قبل قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ سابق مرکزی اَمیر جمعیت علماءِ اِسلام کا تحریر فرمودہ مضمون شائع کر دیا جائے جس میں تحریکِ آزادی سے لیکر تادمِ تحریر مدلل اَور باحوالہ سیاسی حقائق بہت سہل اَنداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ (اِدارہ)

بلکہ پاکستان کے مقابلہ پر ایک ایسا حل بھی پیش کرتی ہے جس سے مسلمانوں کو وہ تمام فائدے حاصل ہو سکتے ہیں جو تحریکِ پاکستان کے حامی پیش کرتے ہیں مزید برآں پورے ہندوستان میں اُن کی قوت اَور اُن کا رسوخ باقی رہتا ہے۔(ذیل میں فیصلہ ملاحظہ فرمایئے جو اِجلاس سہارنپور میں ہوا)

جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاسِ عام اِس جمود و تعطل کی حالت کو ملک وقوم کے لیے نہایت مضر اور ملّی حیات و ترقی کے لیے مہلک سمجھتا ہے۔ وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ ملک کی تمام معتدبہٖ جماعتیں اور عام پبلک حصولِ آزادی کے لیے بے چین و مضطرب ہے اور ہر جماعت اپنی اپنی جگہ اور تمام افراد مختلف خیالات اور فارمولے تجویز کر رہے اور شائع کر رہے ہیں۔ مجلسِ عاملہ اپنی رائے اجلاس لاہور منعقدہ ۴۲ء کی تجویز ۴ میں ظاہر کر چکی ہے، آج پھر اُس کی تجدید کرتی ہے اور اُس کے آخری حصّہ کی رفع اجمال کی غرض سے قدرے توضیح کر دینی مناسب سمجھتی ہے۔ یہ بات بدیہی اور مُسلَّمات میں سے ہے کہ ہندوستان آزادی کی نعمت سے اُس وقت تک متمتع نہیں ہوسکتا جب تک ہندوستان کی طرف سے متفقہ مطالبہ اَور متحدہ محاذ قائم نہ کیا جائے اور ہندوستانی کسی متفقہ مطالبہ کی تشکیل اور متحدہ محاذ قائم کرنے میں جتنی دیر لگائیں گے اُسی قدر غلامی کی مدت طویل ہوتی جائے گی۔ جمعیۃ علماءِ ہند کے نزدیک تمام ہندوستانیوں کے لیے عمومًا اور مسلمانوں کے لیے خصوصًا یہ صورت مفید ہے کہ وہ حسبِ ذیل نکات پر اِتفاق کرلیں اور اِسی بنیاد پر حکومتِ برطانیہ کے سامنے متفقہ مطالبہ پیش کر دیں۔

(الف) ہمارا نصب العین آزادیٔ کامل ہے۔

(ب) وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہوں گے، اُن کا مذہب آزاد ہوگا، مسلم کلچر اَور تہذیب و ثقافت آزاد ہو گی، وہ کسی ایسے آئین کو قبول نہ کریں گے جس کی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔

(ج) ہم ہندوستان میں صوبوں کی کامل خود مختاری اور آزادی کے حامی ہیں۔ غیر مصرحہ

اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں گے جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کریں گے اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔

(د) ہمارے نزدیک ہندوستان کے آزاد صوبوں کا وفاق ضروری اور مفید ہے مگر ایسا وفاق اور ایسی مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کی مالک نو کروڑ نفوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی عددی اکثریت کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہ ہوگی یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی سیاسی اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔

تشریح : اگرچہ اِس تجویز میں بیان کردہ اصول اور اُن کا مقصد واضح ہے کہ جمعیۃ علماء مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں وہ بے شک ہندوستان کی وفاقی حکومت اور ایک مرکز پسند کرتی ہے کیونکہ اُس کے خیال میں مجموعہ ہندوستان خصوصًا مسلمانوں کے لیے یہی مفید ہے مگر وفاقی حکومت کا قیام اِس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کے لیے حق خود اِرادیت تسلیم کرلیا جائے اور وفاق کی تشکیل اِس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مذہبی سیاسی تہذیبی حقوق پر اپنی عددی اکثریت کے بل بوتے پر تعدی نہ کر سکے۔ مرکز کی ایسی تشکیل جس میں اکثریت کی تعدی کا خوف نہ رہے باہمی افہام و تفہیم سے مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی صورت پر یا اِن کے علاوہ کسی اور ایسی تجویز پر جو مسلم و غیر مسلم جماعتوں کے اِتفاق سے طے ہو جائے ممکن ہے۔

(۱) مثلاً مرکزی ایوان کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو۔

ہندو: ۴۵ فیصد مسلم: ۴۵ فیصد دیگر اقلیتیں: دس فیصد

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز کو مسلم اَرکان کی ۲/۳ اکثریت اپنے مذہب یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب و ثقافت پر مخالفانہ اَثر اَنداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز

ایوان میں پیش یا پاس نہ ہو سکے گی۔

(۳) ایک ایسا سپریم کورٹ قائم کیا جائے جس میں مسلم و غیر مسلم ججوں کی تعداد مساوی ہو اور جس کے ججوں کا تقرر مسلم و غیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے اَرکان کی کمیٹی کرے، یہ سپریم کورٹ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے باہمی تنازعات یا ملک کی قوموں کے تنازعات کے آخری فیصلے کرے گا۔ نیز تجویز ۲ کے ماتحت اگر کسی بِل کے مسلمانوں کے خلاف ہونے نہ ہونے میں مرکز کی اکثریت مسلم اَرکان کی ۲/۳ اَکثریت کے فیصلے سے اختلاف کرے تو اُس کا فیصلہ سپریم کورٹ سے کرایا جائے گا۔

(۴) یا اَور کوئی تجویز جسے فریقین باہمی اِتفاق سے طے کریں۔

نوٹ (۱) : مندرجہ بالا تجویز الف سے بشمول ''د'' تک اجلاس منعقدہ ۴۲ء میں پاس ہو چکی تھی ، اِس پر مجلسِ عاملہ جمعیۃ علماءِ ہند نے اپنے اجلاس منعقدہ ۳۱/جنوری یکم و دوم فروری ۱۹۴۵ء میں تشریح کا اضافہ کیا۔ اِس کے بعد یہ پوری تجویز مع تشریح جمعیۃ علماءِ ہند کے چودہویں اجلاسِ عام بمقام سہارنپور منعقدہ ۴۔۵۔۶۔۷/مئی میں منظور کی گئی۔

نوٹ (۲) : اِس تجویز کے ساتھ اگر مجلسِ عاملہ جمعیۃ علماءِ ہند کے اجلاس سہارنپور منعقدہ ۳/اگست ۱۹۳۱ء کے فارمولا کی مندرجہ ذیل دفعات بھی پیشِ نظر رہیں تو آزاد ہندوستان میں آزاد اِسلام کا نقشہ ہر مسلمان کے سامنے آسکتا ہے اور وہ باآسانی یقین کر سکتا ہے کہ جمعیۃ علماءِ ہند کی تائید و حمایت سے نہ صرف یہ کہ پاکستان ہندوستان کے چند گوشوں میں سمٹ کر رہ جائے بلکہ پورا ہندوستان ایسا پاکستان بن سکتا ہے جس میں شرعی محکمے اور دارُ القضاء قائم ہوں اور پرسنل لا (یعنی شرعی احکام) کا نفاذ مسلمانوں کے کامل اور آزاد اختیارات کے ذریعہ سے پورے ہندوستان میں نافذ ہو۔

مجلسِ عاملہ اِجلاس سہارنپور کے منظور کردہ فارمولا کی چند دفعات

(۱) ہندوستان کی مختلف ملتوں کی کلچر، زبان، رسم الخط، پیشہ، مذہبی تعلیم، مذہبی تبلیغ، مذہبی آزادی، مذہبی عقائد، مذہبی اعمال، عبادت گاہیں آزاد ہوں گے حکومت اِن میں مداخلت نہ کرے گی۔

(۲) دستورِ اساسی میں اِسلامی پرسنل لاء کی حفاظت کے لیے خاص دفعہ رکھی جائے گی جس میں تصریح ہو گی کہ مجالسِ مُقنِّنہ اَور حکومت کی جانب سے اِس میں مداخلت نہ کی جائے گی اور پرسنل لاء کی مثال کے طور پر یہ چیزیں فُٹ نوٹ میں درج کی جائیں گی (مثلاً احکامِ نکاح، طلاق، رَجعت، عدّت، خیارِ بلوغ، تفریقِ زوجین، خلع، غبن، مفقود، نفقہ، زوجیّت، حضانت، ولایتِ نکاح ومال، وصیّت، وقف، وراثت، تکفین وتدفین، قربانی وغیرہ)

(۳) مسلمانوں کے ایسے مقدمات فیصل کرنے کے لیے جن میں مسلمان حاکم کا فیصلہ ضروری ہے مسلم قاضیوں کا تقرر کیا جائے گا اور اُن کو اختیارات تفویض کیے جائیں گے۔

خادمِ ملّت

محمد حفظ الرحمٰن کان اللہ لہٗ (ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ علماءِ ہند دہلی)

''تحریک پاکستان پر ایک نظر'' از صفحہ نمبر ۵۹ تا ختم

مولّفہ : حضرت علاّمہ الحاج مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

ناظمِ اعلیٰ مرکزیہ جمعیۃ علماءِ ہند

ناشر : ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی، مطبوعہ دِلّی پرنٹنگ پریس

اِن اکابر کے فارمولے کے مطابق معرض وجود میں آنے والی حکومت میں مسلمان مرکز میں بڑی طاقت ہوتے اور آسام، بنگال، پنجاب، کشمیر، سرحد، سندھ اَور بلوچستان میں غالب ہوتے اور مذہبی معاملات میں اور تمام صوبائی اُمور میں خود مختار ہوتے اور اَقلیّت والے صوبوں میں اِنہیں مذہبی اُمور میں حقِ استرداد

حاصل ہوتا۔

اِس صورت میں اُن کے مجوزہ پاکستان کا نقشہ یہ ہوتا :

نوٹ : یہی وہ فارمولا تھا جسے دیکھ کر پہلے مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پُرزور تائیدی کلمات لکھے تھے کہ :

''مسلمانوں کے اطمینان کے لیے اِس سے بڑھ کر اَور کوئی عمدہ تجویز نہیں۔''

اَور پہلے اِس فارمولے پر مسلم لیگ بھی متفق تھی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اِس گفتگو کو یہاں روک کر پاکستانی فارمولے کے مطابق کچھ نقشے سامنے لائیں۔ مسلم لیگ کے علماءِ کرام میں سب سے بڑی شخصیت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کی ہے۔ اُن کی تجویز کی تفصیل اَور اُن کے دلائل، اُن کا پیش کردہ پاکستان کا خاکہ پہلے اِن اُمور پر روشنی ڈالیں۔

تصویر کا دُوسرا رُخ - علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ :

آپ دیوبند کے رہنے والے خاندانِ عثمانی کے چشم و چراغ اَور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیرِ مالٹا رحمۃ اللہ علیہ کے نامور ترین تلامذہ میں اَور دارالعلوم دیوبند کے ممتاز ترین اَساتذہ میں سے تھے۔ مفسرِ قرآن ہیں، آپ نے مسلم شریف کی ایسی شرح لکھی ہے کہ پہلے شارح امام نووی شافعی رحمہ اللہ کی شرح اِس کے سامنے ماند پڑ گئی۔ حضرت مولانا اَنور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اِس پر بڑے قیمتی الفاظ میں تقریظ فرمائی ہے۔ وَکَفٰی بِہٖ حُجَّۃً۔

تحریکِ آزادی ہند ۴۲ء کے دوران حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ گرفتار ہوئے تو طلبہ نے دارالعلوم دیوبند کی عمارت ہی میں احتجاجی جلسہ کیا۔ علامہ عثمانی صاحب اُنہیں سمجھا دیتے تو معاملات خراب نہ ہوتے لیکن اُنہوں نے اُن کے خلاف سخت اِقدامات کیے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کو جیل میں اِس واقعہ کی اِطلاع ملی تو آپ نے اپنے تمام متوسلین و متعلقین کو خطوط میں یہ ہدایات دیں کہ وہ علامہ کا پورا احترام ملحوظ رکھیں۔ مکتوباتِ شیخ الاسلام میں یہ مکاتیب موجود ہیں لیکن علامہ عثمانی رحمہ اللہ پر خود ہی ایک کیفیت غالب تھی۔ اَندیشہ تھا کہ ممکن ہے کہ شوری کے اجلاس میں یہ مسئلہ بُرے اَنداز میں پیش ہو۔ اِسی دوران حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اَور دیگر سب سیاسی قیدیوں کو اِس بناء پر رہا کردیا گیا کہ برطانیہ کی پالیسی یہ ہو چلی تھی کہ ہندوستان کو آزاد کردیا جائے اَندیشۂ مسئولیت میں علامہ عثمانی رحمہ اللہ دارالعلوم سے مستعفی ہوگئے اِسی دوران مسلم لیگ کی طرف میلان بڑھ گیا اَور رابطہ پیدا ہوگیا۔ ہیکٹر بولائتھو اپنی کتاب ''محمد علی جناح'' میں لکھتا ہے :

> ''(جب سب لیڈر قید میں تھے) قائدِاعظم نے اِس دَوران میں اپنے قانونی اَور آئینی طریق کار سے پورا فائدہ اُٹھایا۔ وہ دِلجمعی سے اپنا کام کرتے رہے اَور سارے ملک میں

مسلم لیگ کی قوت بڑھتی گئی۔''(ص نمبر۲۲۰)

۳۹ء میں جمعیۃ علماءِ ہند کا دہلی میں اجلاس ہوا۔ اُس میں یہ مسئلہ زیرِ غور آیا تھا کہ ہندوستان کی کامل آزادی کا مطالبہ کیا جائے یا برطانیہ کی سرپرستی میں ایک حکومت کا مطالبہ کیا جائے۔علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تھی کہ برطانیہ کی سرپرستی میں حکومت قائم ہو جبکہ دیگر علماء کی رائے تھی کہ کامل آزادی حاصل کی جائے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اِس کی مثال پرندے کے بچہ کی سی ہوگی جسے پیدا ہوتے ہی دیوار پر بٹھا دیا جائے اُسے کوئی بھی بڑا جانور اُچک لے گا۔

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جوابی تقریر کی جس میں اُنہوں نے کہا کہ آزادی ملنے کے بعد ہندوستان پر کسی کا قبضہ ممکن نہیں ہے آپ اِس ٹُنیّا (طوطے کے بچہ) کو دیوار پر بیٹھنے دیجیے اُس کے بازوؤں میں اِتنی طاقت پیدا ہوجائے گی کہ اُسے کوئی نہ اُچک سکے گا۔غرض علامہ عثمانی کا اختلافِ رائے اُس وقت سے شروع ہوا یہ اختلاف سنجیدگی سی تھا اِس لیے قدرے دُوری کا سبب بنا۔علامہ کا یہ خیال قائدِ اعظم کی رائے سے ملتا جلتا تھا۔آپ کی مسلم لیگ میں شرکت کا یہ بھی ایک سبب تھا۔ جمعیۃ اَور دارالعلوم دونوں جگہ اِختلاف پیدا ہوگیا۔حضرت مدنی رحمہ اللہ ۴۴ء میں جب جیل سے رہا ہوکر آئے تو رمضان کا مہینہ تھا۔رمضان غالبًا اگست ستمبر میں تھا دیوبند پہنچے تو استقبال کیا گیا لیکن علامہ عثمانی اِستقبال کرنے والوں میں نہیں تھے۔حضرت مدنی رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ ایسے مواقع پر پہلے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے مکان پر اُن کے پسماندگان کے پاس تشریف لے جاتے تھے پھر اپنے گھر جاتے تھے اِس دفعہ آستانہ شیخ الہند رحمہ اللہ پر حاضری کے بعد پہلے علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اَور پھر اپنے گھر تشریف لے گئے لیکن علامہ رحمہ اللہ کو اُن کے گرد حلقہ کی وجہ سے بدستور کچھ نہ کچھ دُوری رہی۔

پاکستان کا علامہ عثمانی کا مجوزہ نقشہ :

۴۴ء/ ۴۵ء کے دوران علامہ عثمانی نے کسی وقت یہ خاکہ تجویز فرمایا۔اِس کی زیادہ وضاحت علامہ کے خطبات میں ملتی ہے۔علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب نے ۲۵،۲۶،۲۷ جنوری ۴۶ء ۲۰،۲۱،۲۲صفر ۱۳۶۵ھ کو صوبہ پنجاب جمعیۃ علماءِ اِسلام کانفرنس لاہور کے خطبہ صدارت (مطبوعہ تعلیمی پریس لاہور) میں جو کچھ فرمایا

ہے اُس سے اَندازہ ہوتا ہے کہ کشمیر پاکستان میں ہوتا (ص ۵۸) پورا پنجاب پاکستان ہوتا۔ اَور گنگا جمنا کا پانی ستلج اور بیاس میں اُن کے منبع سے منتقل کرلیا جاتا۔ بنگال اَور آسام پاکستان میں ہوتا۔ کوئلہ کی کانیں ہمارے پاس ہوتیں۔ بنگال کی عظیم بندرگاہ کلکتہ پاکستان میں ہوتی (ص ۶۱)۔

اِسی خطبہ میں ص ۷۱ پر سُرخی ہے :

پاکستان کا نظامِ حکومت

اَور اِس عنوان کے تحت تحریر ہے :

''اَب آپ نے سمجھ لیا کہ پاکستان کیا ہے؟ اگر یہ پاکستان بن گیا تو وہاں نظامِ حکومت کس قسم کا ہوگا۔ اِس کے متعلق ہم سرِ دست بدوں تفصیلات میں جائے اُنہی اعلانات پر اکتفاء کرتے ہیں جو آل اِنڈیا مسلم لیگ کے قائدِ اعظم محمد علی جناح اُس کے جنرل سیکرٹری نواب زادہ لیاقت علی خان اَور اُس کی مجلسِ عمل کے صدر نواب محمد اسماعیل خان صاحب وقتًا فوقتًا کرتے رہے ہیں کہ سرزمینِ پاکستان میں قرآنِ کریم کے سیاسی اصول کی بنیادوں پر اِسلام کی حکومتِ عادلہ قائم ہوگی جس میں تمام اَقلیتوں کے ساتھ منصفانہ بلکہ فیاضانہ برتاؤ کیا جائے گا۔'' (ص ۷۱، ۷۲)

ملک بھر میں مسلم لیگ اَور علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ جمعیۃ علماءِ اِسلام کے جابجا اجلاس ہورہے تھے اَور تقسیمِ ملک کے فوائد بیان کیے جارہے تھے۔ علامہ عثمانی نے ایک تقریر میں نقشہ بھی چھاپا تھا اَور سب کو یہ نظر آرہا تھا کہ پاکستان (۴۷ء میں معرض وجود میں آنے والے پاکستان سے تقریبًا پونے دوگنا) بڑا ملک ہوگا۔ پورا آسام، پورا پنجاب، کشمیر سب پاکستان ہوگا۔ علامہ کی طرف سے اُس زمانہ میں مسلمانوں کے لیے فلاحی مملکت پاکستان کا جو نقشہ طبع ہوا تھا وہ یہ تھا : البتہ اِس میں پورا کشمیر پاکستان میں نہیں دِکھایا گیا۔

خطباتِ
عثمانی

جب علامہ عثمانی کے سامنے مع فوائد مسلم لیگ کا یہ فارمولا آیا تو اُس وقت مولانا مدنی اور اَکابر جمعیۃ علماءِ ہند سب گرفتار تھے اِس لیے نقشۂ پاکستان پر جو اُس وقت تک بھی حد بند نہ تھا۔ اُنہوں نے دینی نقطۂ نظر سے غور کیا اور اُنہیں پوری اُمید ہوگئی کہ اِس طرح مسلمانوں کی آزاد اَور خاصی قومی مملکت بھی معرضِ وجود میں آجائے گی۔

جی الانا نے اپنی کتاب میں ص ۳۵۹ سے لے کر ص ۳۷۷ تک پاکستان کے فارمولے سمیت بہت سے فارمولے جمع کر دیے ہیں اُن میں چودھری رحمت علی کے فارمولے کا ذکر تقریباً دس صفحات میں کیا ہے، ہم بھی مدارجِ سیاست قائداعظم سامنے رکھنے کے لیے مسلم لیگ اَور جمعیۃ علماءِ ہند کا رشتہ اَور کچھ نکات سامنے لانا چاہتے ہیں۔

قائداعظم کی سیاسی منزلیں :

مسٹر جناح سیاستِ وطن سے بددِل ہوکر ترکِ وطن کر کے لندن چلے گئے تھے اَور وہاں پریکٹس شروع کردی (۱۹۲۸ء خطبات قائداعظم مؤلفہ رئیس احمد جعفری ص ۹۳) پھر ۱۹۳۵ء میں جب حکومت برطانیہ کانگریسی سامراج کے سامنے سرنگوں ہو رہی تھی تو قائداعظم دوبارہ ہندوستان آئے۔ ابتدائی دور میں ایسا ہوا کہ مسٹر جناح اَزخود جمعیۃ علماء کے اِجلاس میں شریک ہوئے پھر علماء نے دعوت دینی شروع کی اس طرح قریب ہوتے گئے اَور جمعیۃ اَور مسلم لیگ نے مل کر کچھ نکات طے کیے جن میں مسلمانوں کے مذہبی اُمور تھے اور ایک شرط یہ بھی تھی کہ اراکینِ عاملہ میں ایسے لوگ نہ لیے جائیں جو انگریز کے وفادار ہیں۔ اس کے بعد دونوں نے مل کر پورے ملک میں کام کیا۔

مسلم لیگ بہت مختصر جماعت تھی حتی کہ اُس کے ساتھ مذکورہ بالا معاہدہ کے تحت جمعیۃ علماءِ ہند نے پوری طرح تعاون کیا۔ لیگ کا تعارف عوام سے کرایا۔ لیگ کی آواز کو ہر جگہ پہنچایا اور اُسے عوامی جماعت بنا دیا اور لیگ کے مقابلہ میں ایگریکلچرسٹ پارٹی اور دُوسرے رُجعت پسند اُمیدواروں کو شکست ہوئی اور تقریباً تیس یا اِس سے زائد ممبران لیگ کامیاب ہوگئے۔ چودھری خلیق الزماں صاحب نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کو خط میں لکھا کہ "تیس برس کی مُردہ لیگ کو آپ نے زندہ کردیا" اُس وقت مسٹر جناح نے جمعیۃ کا تیار کیا ہوا مینی فسٹو قبول کر لیا اِسی کو اخبار "فتح" دہلی میں شائع کیا جس کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ اسمبلیوں اَور کونسلوں میں اگر کوئی خالص

مذہبی مسئلہ پیش ہوگا تو جمعیۃ علماءِ ہند کی رائے کو خاص وقعت اَور اہمیت دی جائے گی مگر سیاسی وجوہ سے یکا یک قائداعظم نے مسلم لیگ میں ایسے لوگ شامل کر لیے جو انگریز کے وفادار شمار ہوتے تھے اِس پر جمعیۃ علماء الگ ہوگئی قائداعظم نے اکابر جمعیۃ کے استفسار پر کہا کہ میرے وعدے پولیٹکل تھے۔ گویا اُنھوں نے یورپ کی سیاست ہی استعمال کی اِس کے بعد سے یہ حضرات محتاط ہوگئے۔

مسلم لیگ کے زعماء ہی اِس بات کے راوی ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد قائداعظم فرمایا کرتے تھے کہ ''میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں''، ممکن ہے اُس وقت اُنہیں یہ کم قیمت کھوٹے سکے ہی قیمتی سیاسی مہرے لگے ہوں یا اُنہیں مغالطہ ہوا ہو اَور اُنہوں نے سچ مچ اُنہیں کھرا سمجھ لیا ہو۔

موجودہ پاکستان - ایک سوال؟ :

تاریخ کے مطالعہ کے وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر پاکستان کا اِتنا تھوڑا علاقہ کیوں رہ گیا؟ وہ بظاہر یہ ہے کہ یکا یک حالات نے کروٹ لی اَور مسٹر جناح برطانیہ کے زیرِاَثر مگر جداگانہ مسلم ریاست کے مطالبہ پر جم گئے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ مسٹر نہرو نے ایک بیان دیا جو غیر ذمہ دارانہ اَور اشتعال انگیز تھا اُس زمانہ میں نہرو کانگریس کا صدر تھا اِس لیے اُس کا اَثر مسٹر جناح نے فوراً لیا اَور وہ تقسیمِ ہند کے مطالبہ پر آگئے۔

جمعیۃ علماءِ ہند اپنے فارمولے پر قائم رہی اَور مسلم لیگ نئے فارمولے پر جمی رہی۔ الیکشن کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بن کر اُبھری اَور اُسی کی بات پر فیصلہ ہوا۔ لیکن سوانح قائداعظم کے مطالعہ سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ ۳۱/ مارچ ۴۶ء تک خود قائداعظم نے اِس ریاست کی حد بندی کا خاکہ اپنے ذہن میں پختگی سے طے نہیں کیا تھا اُنہوں نے رائٹر کے نمائندے کو اِنٹرویو دیا، اُس میں فرمایا :

> ''ہمیں (کیبنٹ مشن) وفد سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔ ہم تفصیلات طے کرنے پر آمادہ ہیں لیکن پاکستان کے سوال پر سمجھوتے کی کوئی گنجائش نہیں۔'' (قائداعظم جناح ص ۴۷۰ مصنفہ جی الانا مترجمہ رئیس اَمروہوی، مطبوعہ فیروزسنز، تیسرا ایڈیشن)

قائداعظم کے سوانح نگاروں میں کسی مستند سوانح نگار نے مملکت کے طے کردہ یا مجوزہ نقشے بالکل نہیں دیے اَور قائدِاعظم کا یہ بیان بالکل ۴۰۔۱۹۴۱ء کے بیان جیسا ہے۔

قراردادِ پاکستان منظور ہونے کے بعد اَخباروں میں یہ مطالبات پیش ہونے لگے کہ جناح صاحب قرارداد کے مطابق سکیم کی تفصیلات اَور پیچیدگیوں کی وضاحت کریں۔ قائد اعظم نے یہ بات ماننے سے اِنکار کردیا اُن کا کہنا تھا پہلے علیحدگی کا اُصول تسلیم کرلیا جائے تفصیلات کے لیے بہت وقت پڑا ہے۔ ایک دفعہ بابو راجندر پرشاد نے اِس پر کہا ''اگر کوئی اسکیم موجود ہے تو مسلم لیگ کے صدر کا تفصیلات بتانے سے گریز سمجھ میں نہیں آتا'' قائد اعظم خاموش رہے اَور اُنہوں نے اِس سلسلہ میں کچھ کہنے سے اِنکار کردیا۔'' (قائد اعظم جناح مصنفہ جی الانا مترجمہ رئیس اَمروہوی مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور تیسرا اَیڈیشن ص ۳۸۶)

اِس سے واضح ہوتا ہے کہ ۴۰ء سے ۴۶ء تک طویل عرصہ میں فارمولے کے مطابق نقشہ نہیں طے کیا گیا نہ ہی مذاکرات میں کہیں پیش کیا گیا حالانکہ آدمی چھوٹا یا بڑا مکان اور چھوٹی یا بڑی زمین خریدتا یا بیچتا ہے تو اُس کا نقشہ حدودِ اَربعہ اَور محل وقوع سب سے پہلے سامنے رکھے جاتے ہیں چہ جائیکہ ایک مملکت کا مطالبہ ہو رہا ہو اور اُس کی حد بندی موقوف رکھی جائے وہ واضح اَور معلوم نہ ہو۔

اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن علاقوں کی آبادیوں کی ذہن سازی نہیں ہوسکی جس کے نتیجہ میں لاکھوں جانیں ضائع اَور عزتیں لُوٹی گئیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ذہن سازی ہوئی ہوتی تو بہت ہی بہتر ہوتا اَور کیا ہی اچھا ہوتا کہ مسلم لیگ مرکزی سطح پر ایک نقشہ پاس کر کے جَم جاتی کہ یہی لینا ہے خصوصًا جبکہ قائد اعظم کے سامنے مارچ ۴۶ء میں سکھوں کا مسئلہ آیا جیسے کہ جی الانا نے ص ۴۷۳ پر لکھا ہے۔

بسا غنیمت ہوتا کہ اِس کے بعد زیادہ سے زیادہ علاقہ اپنانے کے لیے وہاں آباد غیر مسلموں سے معاملہ طے کرنے میں مسلم لیگ کے تمام زُعماء اپنی پوری قوت صَرف کر دیتے مگر معلوم ہوتا ہے کہ اِس طرف توجہ ہی نہیں کی گئی۔ ہندوؤں سکھوں کے علاوہ قادیانیوں نے بھی پاکستان سے اپنے آپ کو نکالنے کی کوشش کی۔ اُنہوں نے خود کو مسلمانوں کے علاوہ کوئی اَور قوم قرار دیا اَور اِن کی وجہ سے گرداسپور پاکستان سے نکل گیا، اِسی ضلع میں نکل کر کٹھوعہ روڈ جموں وکشمیر جاتی ہے۔ اگر وہ اِنڈیا کے پاس نہ ہوتا تو اُس کے پاس کشمیر کے لیے کوئی راستہ نہ ہوتا اَور گرداسپور کے ساتھ خود بخود کشمیر پاکستان میں آجاتا۔

حتی کہ مارچ ۴۷ء آگیا اَور بقول جی الانا اِس میں بنگال اَور پنجاب کی تقسیم کا مسئلہ شباب پر پہنچ گیا۔ (دیکھیں مذکورہ تصنیف جی الانا ص ۵۲۳)

ہم ایک ایسا واقعہ لکھتے ہیں جو سوانح نگاروں نے نہیں لکھا اَور مولانا آزاد نے بھی نہیں لکھا نہ ہی وہ لکھ سکتے تھے اَور اَب ہندوستان کے مسلمانوں ہی کی وجہ سے مولانا آزاد کی پوری بات ہم لکھ سکتے ہیں لیکن خلاصہ یہ ہے کہ مولانا آزاد نے نواب ممدوٹ، لیاقت علی خاں اَور چودھری خلیق الزماں سے رابطہ قائم کیا اَور اُن کے ذریعہ قائداعظم سے کہلایا کہ آپ پنجاب کی تقسیم نہ مانیں۔ قائداعظم نے جواب دیا تھا کہ وہ کیا جانتے ہیں اَور ہندو کب راضی ہوگا؟ اُنہوں نے اِن ہی مذکورہ دو اصحاب میں سے ایک سے پھر رابطہ قائم کیا اَور کہلایا کہ میں اِس عنوان سے کانگریس کو راضی کرلوں گا کہ اِس علاقہ میں سِکھ رہتے ہیں انہیں پاکستان ہی میں جانے دو لیکن وہ صاحب مولانا کے پاس آئے پیغام اُنہوں نے اِتنی دیر سے پہنچایا کہ دستخط ہو چکے تھے بس قدرت کو ایسا ہی منظور تھا اگرچہ مولانا آزاد بہت مخلص تھے مگر ممکن ہے قائداعظم کو اُن کے اخلاص کا تجربہ نہ ہوا اَور شک میں رہے ہوں اِس لیے اِلتفات نہ کیا ہو۔

غرض نصف پنجاب اِس کے ساتھ کشمیر اَور دُوسرے بازو میں پورا آسام اَور نصف بنگال جس میں کلکتہ جیسا عظیم شہر اَور ٹاٹا وغیرہ کے کارخانے ہیں سب ہاتھ سے جاتا رہا۔ پاکستان میں قائداعظم کے بعض پرانے مخلص ساتھی ملک کی زبوں حالی سے بہت بد دِل ہو کر دُنیا سے رُخصت ہوئے۔

راجہ صاحب محمود آباد مسلم لیگ کے بانیوں میں سے تھے۔ مسلم لیگ کے پہلے صدر سر آغا خاں تھے اَور دُوسرے صدر راجہ صاحب تھے اَور رئیس احمد جعفری اُن کے اِتنے معتقد ہیں کہ اُنہوں نے اپنی بہت بڑی تالیف ''خطباتِ قائداعظم'' اِن ہی کے نام منسوب کی ہے۔

جناب مختار مسعود صاحب نے راجہ صاحب محمود آباد کا ایک اِنٹرویو دیا ہے جو ۸/اگست ۱۹۷۰ء کو رات کے کھانے کے وقت ملاقات پر لیا گیا تھا۔ ہم اُس میں سے فقط راجہ صاحب کی گفتگو اُن کے خیالات کا ماحصل پیش کرنے کے لیے نقل کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے بتلایا کہ قائداعظم [1] کو ۱۹۴۵ء میں تپِ دق کا

---

[1] ساڑھے تین سال قبل بمبئی میں قائدِاعظم کے معالجوں نے اِن کو اِس خطرہ سے آگاہ کیا تھا لیکن قائد نے یہ بات راز بنا کر چھپا رکھی تھی (محمد علی جناح ص ۳۲۱)۔ مزید کیفیات جو صحت کی وجہ سے تھیں اِس کتاب کے ص ۲۱۶ سے آگے تک دیکھیں۔ یہ بات بڑی حد تک دُرست ہے۔ مولانا آزاد نے ایک مرتبہ قائداعظم سے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کے لیے تقسیمِ ملک کے لائحہ عمل پر چلنا ہے تو دس سال ٹھہر جائیں تاکہ سب مل کر اِسی نقطۂ نظر سے کام کریں۔ قائدِاعظم نے جواب دیا کہ دس سال کا عرصہ بہت بڑا ہے۔ مولانا آزاد نے فرمایا کہ قوموں کی زندگی میں دس سال کچھ نہیں ہوتے۔

مرض ہوگیا تھا اَور اِس راز کا علم صرف مس فاطمہ جناح اَور ڈاکٹر رحمٰن کو تھا۔ دونوں نے اِس بات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے باقاعدہ حلف لے رکھا تھا۔ اُنہوں نے اِشارہ کیا کہ بہت سے فیصلے قائدِ اعظم نے عجلت میں کیے ہوں گے کہ شاید موت کسی اَور فیصلے کے لیے مہلت ہی نہ دے۔

کہنے لگے کہ جب ہندوستان کے آخری وائسرائے نے اپنا قطعی فیصلہ قائدِ اعظم کو سنایا اَور ایک ایسے پاکستان کی پیش کش کی جس کا حدودِ اَربعہ [1] نادرست اَور نامکمل تھا اَور کہا کہ یا اِس کٹے پھٹے پاکستان کو قبول کرو یا متحدہ ہندوستان۔ تو وہ بے حد غمزدہ اور پریشان ہوئے۔ قائدِ اعظم نے جب اِس بات کا ذکر راجہ صاحب سے کیا اُس وقت وہ نزار و نِڈھال تھے وہ آرام کرسی پر ڈھیر ہوگئے، ٹھنڈی آہ بھری اَور سوچ میں ڈوب گئے۔ دیر کے بعد صرف اِتنا کہا کم اَز کم ہمیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی جگہ تو میسر آئی۔ ہم نے یہ سنا تو ہم بھی نِڈھال ہو کر صوفے میں دھنس گئے۔

(راجہ صاحب) فرمانے لگے کہ اگر قائداعظم آج زندہ ہوتے تو وہ کچھ اَور سوچتے، کچھ اِس برعظیم کے حالات اُن پر اَثر انداز ہوتے اور کچھ بیرونی دُنیا کے واقعات۔ وہ کسی اَور نہج پر سوچتے اَور کسی اَور راہ پر چلتے۔

جنوری ۱۹۴۷ء میں راجہ صاحب نے دل لگی میں قائداعظم سے پوچھا کہ اگر پاکستان نہ بن سکا تو پھر کیا ہوگا؟ قائداعظم نے بقول راجہ صاحب جواب دیا کہ آسمان تو گرنے سے رہا۔ راجہ صاحب نے کہا میں مذاق نہیں کر رہا۔ قائداعظم نے فرمایا میں بھی مذاق نہیں کر رہا۔ جانتے ہو انگریزی میں دو حرف ہیں ایم اَور ایل ۔ ان سے لفظ مسلم لیگ بھی بنتا ہے اَور مائنارٹیز [2] (اقلیت) لیگ بھی۔ ہندوؤں کی قیادت برہمن اَور بنیے کے ہاتھ ہے ہم سب مل کر اُنہیں ناک چنے چبوا دیں گے۔

اَب راجہ صاحب کچھ اَور کھل گئے مسلم لیگ نے پاکستان نہیں بنایا۔ مسلم لیگ کہاں اِتنی منظّم تھی کہ اِتنا

---

[1] کاش پہلے سے مسلم لیگ نے کوئی نقشہ تجویز کیا ہوتا اور اُس پر اُس وقت پوری قوت سے جم جاتی۔

[2] یہی بات جمعیۃ علماءِ ہند کے فارمولے میں کشفِ حقیقت میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم ہندو اَقلیتیں مل سکتی ہیں اَور مسلمانوں کی قوت کا تناسب مرکز میں ۵۵ فیصدی ہوسکتا ہے۔

بڑا کارنامہ اَنجام دے سکتی۔ اِس ملک کی تعمیر کے عوامل کچھ اَور ہی تھے۔ ہندوؤں کا زور اَور ظلم، دفاتر کے مسلم عملے کی طلبِ جاہ و مرتبہ اَور مسلم تاجر کی حرص و ہوا۔ (آواز دوست ص ۳۷ کالم نمبر۲ و ص ۳۸ کالم نمبر۱)، (شاہکار شمارہ نمبر۱۰)، تیار کردہ : ۱۸ر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۲ء

بہرحال جو علاقہ ہاتھ آیا اُس کی رُو سے مسلمانوں کی فلاحی مملکت پاکستان کا نقشہ یہ ہے :

✿ ✿ ✿ (جاری ہے) ✿ ✿ ✿

علمی مضامین سلسلہ نمبر۳۷ ، قسط : ۳

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

قیامِ پاکستان اَور مسلمانانِ برِصغیر کے لیے

علماءِ دیوبند کا بے داغ کردار

"جمعیت علماءِ ہند کا موقف" اَور اُس کی وضاحت

ہم نے جمعیت علماءِ ہند کا فارمولا بزبان مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیکریٹری جمعیۃ علماءِ ہند بیان کر دیا ہے اَور اُن کے پیشِ نظر فارمولے کی بناء پر جو نقشہ بنتا تھا وہ بھی دے دیا تھا۔ اَب جمعیۃ اَور مسلم لیگ کے نظریات اَور فارمولوں پر قدرے تفصیلی نظر ڈالتے ہیں۔

نوٹ : کچھ عرصہ سے ملکی روزناموں میں بلا وجہ اَکابر علماءِ دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت اَقدس مولانا السیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر بے بنیاد اِلزامات لگائے جا رہے ہیں اَور اُن کی اعلیٰ سیاسی بصیرت کو جانبدارانہ اَور بے وزن تجزیوں کے ذریعہ بڑی بے اِنصافی سے داغدار کر کے نئی نسل کو گمراہ کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں جبکہ ملک وقوم سے وفاداری اَور اُس کے لیے جان و مال کی قربانیاں دینا، جیلیں کاٹنا اَور ہندوستان کے عوام میں جذبہ آزادی بیدار کر کے تحریک کو ایسے مقام تک لے جانا جس کے نتیجہ میں ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے فرنگیوں کو یہاں سے بوریا بستر گول کر کے راہِ فرار اِختیار کرنا پڑی اُن کے اخلاص و پاکیزہ کردار اَور اُولوالعزمی پر شاہدِ بین ہیں۔
اِس لیے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ آج سے ۲۵ برس قبل قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ سابق مرکزی اَمیر جمعیت علماءِ اِسلام کا تحریر فرمودہ مضمون شائع کر دیا جائے جس میں تحریکِ آزادی سے لیکر تادمِ تحریر مدلل اَور باحوالہ سیاسی حقائق بہت سہل اَنداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ (اِدارہ)

جمعیۃ علماءِ ہند کا موقف یہ تھا کہ اِس وقت درحقیقت پاکستان بننے والے پورے پورے صوبوں سمیت جو بنگال وآسام اَور پنجاب ملا کر ہوتے تھے مجوزہ پاکستان میں مسلمانوں کی کل تعداد پانچ کروڑ اِکیانوے لاکھ بنتی تھی اَور باقی اَقلیت والے صوبوں میں تین کروڑ اُنتیس لاکھ رہتی تھی (گو جوشِ بیان میں مسلم لیگ کے مقرر حضرات یہ کہا کرتے تھے کہ پاکستان میں مسلمانوں کی تعداد ساڑھے سات کروڑ ہوگی اَور ہندوستان میں ڈھائی کروڑ رہ جائیں گے) آئندہ آنے والا نقشہ ملاحظہ فرمائیں گے تو ہر صوبہ میں ہندو مسلم تناسب کی تفصیل وار تعداد سامنے آجائے گی۔

اَکابر جمعیۃ علماءِ ہند کو اِس نقطۂ نظر سے سخت اِختلاف تھا کہ فقط کسی خاص علاقے کے مسلمانوں کو تو فائدہ پہنچ جائے اَور دُوسرے علاقے کے مسلمانوں کو قربان کر دیا جائے۔ اُن کے نزدیک یہ طریقہ مسلمانوں کے مسائل کا حل نہیں تھا مثلاً قائدِ اعظم نے کانپور میں اسٹوڈینٹ فیڈریشن کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حسبِ ذیل الفاظ فرمائے تھے :

''میں مسلم اکثریت کے ساڑھے سات کروڑ مسلمانوں کی آزادی کی خاطر مسلم اَقلیت والے صوبوں کے ڈھائی کروڑ مسلمانوں کو قربان کر کے اُن کے مراسم تجہیز و تکفین اَدا کرنے کو تیار ہوں۔'' (مدینہ ۹؍جولائی ۴۴ء۔ کشفِ حقیقت ص ۵۸)

اَور احمد آباد کی تقریر میں فرمایا :

''اقلیت والے صوبوں پر جو گزرتی ہے گزر جانے دو لیکن آؤ ہم اپنے اُن بھائیوں کو آزاد کرادیں جو اکثریت کے صوبوں میں ہیں تاکہ شریعتِ اسلامی کے مطابق وہاں آزاد حکومت قائم کر سکیں۔'' (ایمان لاہور مورخہ ۲۸؍فروری ۱۹۴۰ء پاکستان نمبر بحوالہ کشفِ حقیقت ص ۵۹)

''کشف حقیقت'' میں تحریر ہے جس کا یہ خلاصہ ہے کہ :

''اِس طرح گویا تین کروڑ اُنتیس لاکھ مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتارنا ہوا'' جان مال مذہب کلچر زبان تجارت صنعت وغیرہ سب خطرے میں پڑ جائیں گے۔ غیر مسلم اُن کو اسپینیوں کی طرح مظالم کر کے اُن کو معاذ اللہ ''شُدھی'' کرلیں یا اُن کو صفحۂ ہستی سے

مِٹا ڈالیں اَور اِس طرح اُنہیں اِرتداد کی بھٹی میں خود جھونک دیا جائے اَور اُن کا حل نہ نکالا جائے۔''

مسلمان کو جناب رسول اللہ ﷺ نے خانۂ کعبہ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے یہاں محترم اَور قابلِ وقعت بتلایا ہے اَور یہ بھی اِرشاد فرمایا ہے لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ (یعنی تمام دُنیا کا نیست و نابود ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل سے کم اَور اَدنیٰ ہے) چہ جائیکہ اِتنی بڑی تعداد کو اُن کی عزت آبرو اہل و عیال کو خود بربادی کی نظر کر دیا جائے۔ اِس لیے اَکابرِ علماءِ ہند کے نزدیک ایسا خاکہ نا قابلِ قبول تھا۔

اَکابرِ جمعیۃ علماء کہتے تھے مسلم اقلیت والے علاقوں میں اگر مسلمانوں سے زیادتی ہوگی تو یہ جائز نہ ہوگا کہ مسلم اَکثریت والے علاقہ کی غیر مسلم رعایا سے اِس کا بدلہ لیا جائے۔

دیگر وجوہ (کشفِ حقیقت ہی سے) اِس مسئلہ پر اَور گزشتہ مسئلہ پر جس کا مدار اَور جس کے نتائج کا انحصار تناسب آبادی پر تھا شدید اختلاف تھا کیونکہ پاکستانی علاقہ میں مسلم اَکثریت برائے نام ہوتی جو ہندو پریس مال و دولت پروپیگنڈے کے آگے بے اَثر ہوتی۔ اَور اگرچہ مسٹر جناح کا مذکورہ بیان پاکستان میں اِسلامی حکومت کی خبر دے رہا ہے مگر بعد کے بہت سے بیانات میں اِسلامی حکومت نہیں تھی بلکہ ۴۵ء سے وہ جمہوریت کے حق میں ہوگئے تھے۔ قائد اعظم نے نمائندہ نیوز کرانیکل لندن کو بیان دیتے ہوئے فرمایا :

''پاکستان کی حکومت جمہوریت کے طریقہ پر ہوگی۔ ہندو اَور مسلمان اپنی آبادی اَور مردم شماری کی حیثیت سے رائے شماری کر کے فیصلہ صادر کریں گے اَور وزارتوں اَور لیجیلیشن (قانون سازی) میں سب حصہ دار ہوں گے۔'' (ڈان۔ مدینہ بجنور ۱۷/نومبر ۴۵ء۔کشف ص۶۲)

اِس کی مزید تفصیل قائد اعظم نے ۸/نومبر ۱۹۴۵ء کو ایسوسی ایٹیڈ پریس آف امریکہ کے نمائندہ کو بیان دیتے ہوئے فرمائی کہ :

''پاکستان ایک جمہوریت ہوگا اَور جداگانہ علاقوں (شمال مغرب حصہ پنجاب و سندھ وغیرہ اَور شمال و مشرق حصہ بنگال و آسام) پر مشتمل ہوگا۔ اِس کی آبادی دس کروڑ

مسلمانوں اَور غیر مسلموں پر مشتمل ہوگی۔ صوبے عصرِ حاضر کے فیڈرل دستور کے مطابق خودمختار ہوں گے۔

(۲) پاکستان کی بڑی صنعتیں اَور کارخانے سوشلزم کے اصول پر قوم (حکومت) کے قبضہ میں دے دیے جائیں گے۔

(۳) پاکستان کے تمام ہندو مسلم سکھ عیسائی ایک قوم کے اصول پر ترقی کریں گے۔ [1]

(۴) ہندوؤں کے خلاف کسی قسم کی معاشرتی پابندی یا رُکاوٹ نہ ہوگی بلکہ ہندوؤں کے ساتھ اِنسانی مساوات اَور اخوت کے اُصولوں پر کام کیا جائے گا اُنہیں مسلمانوں کے برابر حصہ دیا جائے گا اَور مسلمانوں کا بھائی سمجھا جائے گا۔

(۵) پاکستان میں ایک مسلم پارٹی کی تنہا اِقتدار اَور حکومت نہ ہوگی۔

(۶) بلکہ اپوزیشن کی غیر مسلم جماعت اِن کی اصلاح کے لیے موجود رہے گی اَور مفید ہوگی۔

(۷) اُنہیں یہ محسوس کرادیا جائے گا کہ حکومت میں اِن کا ہاتھ کام کر رہا ہے اَور اِن کی نمائندگی موجود ہے اَور اِن کے حقوق محفوظ ہیں۔

(ڈان ۱۰ رنومبر ۴۵ء۔ مدینہ ۷ ارنومبر ۴۵ء۔ کشف ص ۶۴)

مسلم لیگ کے دیگر زعماء کے بیانات یہ ہیں :

۲۳ رستمبر ۴۵ء کو علی گڑھ یونیورسٹی کے طلباء کے سامنے تقریر کرتے ہوئے جنرل سیکریٹری مسلم لیگ نوابزادہ صاحب نے فرمایا :

''ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کیا ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ وہ جمہوریت ہوگی اُس کا دستورِ اساسی اُس کے باشندے خود اپنے دستور سازوں کے ذریعہ بنائیں گے اَور اُن اِداروں کی تشکیل وہ خود کریں گے۔ (منشور ۲۶ رستمبر ۱۹۴۵ء)

---

[1] پاکستان میں فی الواقع ایسا ہی ہوا۔ چیف جسٹس عیسائی کارنیلیس اَور ایک وزیر جوگندر ناتھ منڈل اَور ایک وزیر ظفر اللہ قادیانی مقرر کیے گئے اَور افواج کا سربراہ اَنگریز عیسائی (مسٹر گریسی)

اَور میاں بشیر احمد صاحب رُکن ورکنگ کمیٹی لیگ لاہور کے جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''ہمارے قائدِ اعظم بار بار کہہ چکے ہیں کہ پاکستان میں بلا لحاظِ مذہب عوام کی حکومت ہوگی، پاکستان میں ہندوؤں اَور سکھوں کو (مسلمانوں کے ساتھ) برابری اَور آزادی دی جائے گی۔'' (منشور ۱۱ر نومبر ۱۹۴۵ء۔کشف ص ۶۵)

جمعیۃ علماء کے اَکابر قائدِ اعظم کے اِن بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کرتے تھے (جیسا کہ کشف ہی میں ہے) کہ ایسی جمہوری حکومت میں جو یورپین طریقوں پر نشو نما پائے گی۔ ہندو سیاسی پارٹیاں بنا کر سیاسی گٹھ جوڑ کے ذریعہ پاکستان میں بھی برسرِ اقتدار آ سکتا ہے۔ مسلمانوں کی پارٹی بازی بعید نہیں اَور ہندو کو اِس سے فائدہ نہ ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔ کرشک پرجاری پارٹی اَور یونینسٹ پارٹی نے مسلم ممبران کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے۔ ہمیشہ مسلم اَکثریت کا ایک طرف رہنا ایک خواب وخیال ہوگا۔ اَور پاکستان کا فارمولا بیکار جائے گا۔

(۲) پاکستانی فارمولا کی بناء پر غیر مسلم اَقلیتیں جو تقسیم کی مخالف ہیں وہ پاکستانی حکومت کو کبھی چین سے حکومت نہ کرنے دیں گی۔ سکھ جاٹ ہندو اِس طرف اَور مشرقی پاکستان میں ہندوؤں کی وہ اِنقلابی پارٹی حکومت کو چین نہ لینے دے گی جس نے تقسیمِ بنگال کی پہلے اِس شدت سے مخالفت کی تھی کہ حکومتِ برطانیہ کو دارالسلطنت کلکتہ سے دہلی منتقل کرنا پڑا اَور ۱۹۱۱ء میں تقسیمِ بنگال منسوخ کرنے کے بعد امن ہوا۔ (کشف ص ۶۵، ۶۶ ملخصًا)

اِس کے برعکس اگر مسلمان پورے ہندوستان کی حکومت میں شریک ہوں تو وہ ستائس فیصد ہوں گے اَور ہندوؤں کی پارٹی بازی سے وہ فائدہ اُٹھائیں گے اَور پورے ہندوستان میں اپنی مجموعی تعداد کی بناء پر ہرگز اِس قدر غیر محفوظ بھی نہیں ہوسکیں گے۔ نہ ہی اُنہیں بنگال کے ہندوؤں اَور مغربی علاقہ کے ہندو سکھ اَور جاٹوں کے پیچیدہ معاملات سے واسطہ پڑے گا۔ اَور مرکز میں جمعیۃ کے فارمولا میں مذہبی تحفظ بھی رکھا گیا ہے لیکن تقسیم کی صورت میں جو مسلمان بقیہ ہندوستان میں رہ جائیں گے وہ صرف گیارہ فیصدی رہ جائیں گے۔

سینسس آف اِنڈیا ۱۹۴۱ء ص ۹۸، ۹۹ حصہ اوّل جلد اوّل مرتبہ ایم ڈبلیو ایم پائیس (سی آئی اے) آئی سی ایس، سینسس کمشنر آف اِنڈیا میں حسبِ ذیل تفصیل ہے :

صوبہ	مسلم آبادی	غیر مسلم آبادی	مجموعہ آبادی
پنجاب	1,62,17,242	1,22,01,577	2,84,18,819
بنگال	3,30,05,434	2,73,01,091	6,03,06,525
سندھ	32,08,325	13,26,683	45,35,008
سرحد	27,88,797	2,49,270	30,38,067
بلوچستان	4,38,930	62,701	5,01,631
آسام	34,42,479	67,62,254	1,02,04,733
میزان	5,91,01,207	4,79,03,576	10,70,04,783

(کشف ص ۱۸، ۱۹)

کشف ہی میں حضرت مدنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''جمعیۃ علماء کے فارمولا پر چونکہ صوبہ جات میں داخلی اُمور میں مکمل آزادی تسلیم کی گئی ہے اَور غیر مصرحہ۱ اختیارات بھی اُن ہی کو دیے گئے ہیں اِس لیے مسلم اَکثریت والے صوبوں میں مسلم اَکثریت کو کسی قسم کا اَندیشہ اپنے مذہب و کلچر زبان وغیرہ کے متعلق اصل سے ہی نہ ہوگا۔ وہ اِسی طرح اطمینان سے رہیں گے جس طرح پاکستان بننے کی صورت میں ہوں گے۔ علی ہٰذا القیاس اَقلیت والے صوبوں میں داخلی اُمور میں مسلمانوں کی تعداد حسبِ آبادی معتبر ہوگی یعنی یوپی میں تقریبًا ۱۶ فیصدی اَور بہار میں ۱۴ یا ۱۵ فیصدی وغیرہ۔ مگر مرکز میں مسلمان ۲۷ فیصدی ہوں گے کیونکہ ۱۹۴۱ء میں مسلمانوں کی آبادی کی حیثیت سے یہی تناسب ذکر کیا گیا ہے نیز مجموعہ ہندوستان کے اِس ایک مرکز میں جو کہ تمام ہندوستان کا فیڈرل مرکز ہوگا مسلمان چوتھائی سے زیادہ ہوں گے جو کہ مؤثر اَقلیت ہے کیونکہ حسبِ تصریحات رپورٹ مردم شماری ۱۹۴۱ء جملہ ہندوستان میں مسلمانوں کی مردم شماری (۲۷) فیصدی تسلیم کی گئی ہے۔

---

۱ یعنی لاتعداد ہر قسم کے

لٰہذا اگر مرکز میں مسلمانوں کو کسی قسم کی مراعات نہ بھی دی جائیں تب بھی وہ ایسی مؤثر اَقلیت میں ہوں گے جس کی وجہ سے مخالفت کے وقت میں ڈیڈلاک پیدا کرسکیں گے۔ اَور اگر اُن کو حسبِ قانون[۱] موجودہ مرکز میں ایک تہائی سیٹیں دے دی گئیں تب تو وہ تینتیس فیصدی کے مالک ہوکر زیادہ تر قوی ہوجائیں گے۔

اَور اگر جمعیۃ کے فارمولا کے مطابق اُن کو مرکز میں ۴۵+۴۵+۱۰ سیٹیں دی گئیں تو مسلم سیٹیں نہ صرف بھاری مؤثر اَقلیت میں ہوں گی بلکہ وہ اِس کا بھی امکان رکھ سکیں گی کہ جدو جہد کر کے غیر مسلم اَکثریت کو بھی دبا سکیں یعنی اگر وہ سیاسی جدو جہد کر کے دیگر اَقلیتوں میں سے پانچ بھی سیٹیں اپنے ہم خیال بنالیں گے جیسا کہ عیسائی اَچھوتوں وغیروں کے ساتھ مشاہدہ ہے تو وہ صرف اَقلیت ہی سے نہ نکلیں گی بلکہ مرکز میں بھی اکثریت حاصل کرسکیں گی اَور سیاسی جدو جہد روز اَفزوں ترقی پزیر ہوگی۔ (کشف ص ۶۲، ۶۳)

(اَور ص ۵۵ پر تحریر ہے کہ سر چھوٹو رام مجیٹھ وغیرہ کانگریسیوں کے خلاف مسلمانوں سے مل کر وزارتیں چلاتے رہے اَور خود مسلم لیگ ہندوؤں اَور صرف اقلیتوں کے ساتھ مل کر وزارت چلاتی رہی۔ ملخصًا۔ یعنی اقلیتوں کا مسلمانوں کے ساتھ ملے رہنے کا تجربہ ہو چکا ہے)

لیکن یہ سب کچھ اِس صورت میں ہو سکے گا کہ ملک کی تقسیم مذہبی منافرت پر نہ ہو اَور ایک مرکز تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ صوبہ جات خود مختار تسلیم کرلیے جائیں۔ اَور مرکز میں مسلمانوں کی اقلیت کا مداوا ایسا مضبوط تحفظ ہو جو ہر طرح اَکثریت کے رحم و کرم سے محفوظ رکھ کر اِس کو من مانی ترقی کا موقع نصیب کرے۔ اَور یہی وہ تحفظات ہیں جن کو عَلٰی سَبِیْلِ الْعَدْلِ جمعیۃ علماء کے فارمولا میں ذکر کیا گیا ہے۔'' (کشف ص ۶۳)

حضرتِ مدنیؒ ''کشفِ حقیقت'' ہی میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں :

---

[۱] یعنی گورنمنٹ آف اِنڈیا ایکٹ

پاکستانی فارمولا میں پاکستانی مرکز کو ڈیفنس کا عظیم بار برداشت کرنا پڑے گا جس سے پاکستانی باشندے عہدہ برآ نہیں ہوسکیں گے۔ موجودہ زمانہ کے لحاظ سے ہر قسم کی تیاری کے ساتھ افواج کا مکمل انتظام اِتنا مشکل کام ہے کہ آج اِس سے بڑی سے بڑی حکومتیں لرزہ براَندام اَور پریشان ہیں اور اِس بارے میں مغربی بنگال کی اکثریت اَور مشرقی پنجاب کی اکثریت جو غیر مسلم ہوگی تعاون نہ کرے گی۔

مجوزہ پاکستانی علاقے ہندوستان کی اُن سرحدات پر واقع ہیں جن سے ہمیشہ بیرونی قوتیں ہندوستان میں داخل ہوتی رہی ہیں۔ اُنہوں نے تحریر فرمایا کہ آج بھی اِن ہی حدود سے رُوس [1] و چین وغیرہ کے خطرات وابستہ ہیں اِس لیے فوجی تیاری میں کوتاہی ہوگی۔ اِسی طرح فارین پالیسی کے مصارف بھی موجودہ زمانہ میں معمولی نہیں ہیں۔ جمعیۃ کے فارمولا میں ڈیفنس کا تمام بار پورے ہندوستان پر ہوگا نہ کہ فقط مسلمانوں پر۔

پاکستان کو داخلی امن وامان کے لیے بھی بڑی افواج کی ضرورت ہوگی۔ بنگال میں بھوٹانیوں اَور نیپالیوں کے خطرے ہر زمانہ میں اَندر اَور چینیوں جاپانیوں امریکنیو ں اَور رُوسیوں کے خطرات باہر موجود رہیں گے اور اپنے آپ کو اکیلے سنبھالنا آج کل بڑی طاقتوں کے لیے بھی مشکل ہے۔

ممکن ہے انگریزی حکومت کے دباؤ سے آزاد ہوتے ہی خانہ جنگی شروع ہوجائے جو اِس خطہ کے امن وامان کو سالہا سال کے لیے بھسم کردے۔

---

[1] دقتِ نظر سے ملاحظہ ہو چین سے تو ہندوستان کی لڑائی اِسی مقام پر ہو چکی ہے۔ یہ حصہ آسام میں ہے اَور وہ پاکستان میں داخل ہوتا ہے۔ لیکن تقسیم کے وقت جہاں بہت سا علاقہ اَور کم ہوا یہ پورے کا پورہ صوبہ بھی ہندوستان میں چلا گیا اَور ۱۹۶۲ء اِسی علاقہ پر ہندوستان اَور چین کی لڑائی ہوئی۔ یہ علاقہ پاکستان میں نہیں آیا اَور پاکستان چین کی دوستی چل رہی ہے۔ یہ (Disputed Area) آسام کے پہاڑی درّے تھے جن میں سلطنتِ مغلیہ اَور چین کا اِختلاف چلا آرہا تھا۔ اَور شمال مغربی سمیت رُوس کی طرف سے تا تاری وغیرہ کوہ ہندوکش کے اِردگرد سے راستے اختیار کر کے حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔

یہ خیال بھی خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا کہ پاکستانی حکومتیں باہر کی مسلم حکومتوں اَفغانستان و ایران وغیرہ کی حلیف بن کر مضبوطی حاصل کرلیں گی کیونکہ معاہدہ سعد آباد کا قریبی واقعہ آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے اَور ترکوں کے ایران کے ساتھ سابقہ معاہدات ۱ کیا نتائج برآمد کرسکے اِن سے بھی روشنی حاصل کیجیے۔ (کشف ملخصًا تا ص۱۷)

اِن تمام خدشات کی نشاندہی کرنے کے بعد آخر میں مل بیٹھنے اَور غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں اور یہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے رسالہ ۲ کی آخری سطور ہیں :

> ''اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح طریقۂ کار یہ ہے کہ مسلمانوں اور مسلم جماعتوں کے نمایاں اصحابِ رائے اور صائب الرائے حضرات مجتمع ہوں اور موجودہ صورتِ حال کا جائزہ لے کر کھلے دل و دماغ کے ساتھ یہ سوچیں اَور غور کریں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے باعزت مقام کس طرح مل سکتا ہے اور اُس کے حصول کے لیے کیا طریق کار ہو؟
> پس اگر مسلم لیگ اِس صورت کے لیے آمادہ ہے تو بسم اللہ ہم سب حاضر ہیں۔ اگر حضرت مولانا (شبیر احمد صاحب عثمانی صدر جمعیۃ علماءِ اِسلام) لیگ کو اِس پر آمادہ کرسکتے ہیں تو ''چشمِ ماروشن دلِ ماشاد'' (کشف آخری صفحہ ۹۳)
> لیکن اَفسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوسکا۔

حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو طویل عرصہ تک ناظمِ جمعیۃ علماءِ ہند رہے پھر حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی وفات پر ناظمِ عمومی (جنرل سیکرٹری) رہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں الجمعیۃ کے مجاہدِ ملّت نمبر میں اپنے ایک طویل مضمون میں بہت سے اَحوال و واقعات قلم بند فرمائے ہیں اُن میں اِس فارمولے کا پورا خاکہ دیا ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ تقسیمِ ہند سے پہلے پہلے ہر جماعت کو اختیار تھا کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق جو فارمولا مسلمانوں کے لیے

---

۱ اَب اِس کا نام آر سی ڈی ہے۔ ۲ اِسی رسالہ کا نام ''کشفِ حقیقت'' ہے جو مولانا سیّد حسین احمد مدنی صاحب مدنی کی تصنیف ہے۔ اِسے مرکزی دفتر جمعیۃ علماءِ ہند نے ۱۹۴۵ء میں شائع کرایا ہے۔

زیادہ فلاحی سمجھے، پیش کرے۔ اگر جمعیۃ علماءِ ہند نے اپنا فلاحی فارمولا پیش کیا تو کیا جرم کیا؟ اِس بحث کے لیے اُن ہی تاثرات کے تحت ایک عنوان بھی قائم فرماتے ہیں کہ ''جرم کیا تھا؟'' اور پھر فارمولا بیان کرتے ہیں جو ہم بعینہٖ نقل کر رہے ہیں :

جُرم کیا تھا؟

میرے احباب اور بزرگ یہ تلخ نوائی معاف فرمائیں کہ اِس دور میں ایک بڑا ظلم جمعیۃ علماءِ ہند پر کیا جاتا رہا برطانوی مشنری جمعیۃ علماءِ ہند کے خلاف کام کر رہی تھی اور اُس کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا کیونکہ جمعیۃ علماءِ ہند اِس کی حریف تھی اور ہندوستان سے اِس کا نام ونشان مٹانا چاہتی تھی۔ یہ مشنری پروپیگنڈے کی تمام طاقت دو باتوں پر صرف کر رہی تھی، اوّل یہ کہ کانگریس ہندوؤں کی جماعت ہے اور آزادی کا مطالبہ ہندوؤں کا ہے مسلمان اس کے حامی نہیں ہیں۔ دُوسرے یہ کہ جمعیت علماءِ ہند اور قوم پرور مسلمان فریب خوردہ ہیں یہ کوئی مثبت پالیسی نہیں رکھتے صرف کانگریس کی ہمنوائی ان کا نصب العین ہے۔

جمعیۃ علماءِ ہند اور قوم پرور مسلمانوں کی اتنی طاقت نہیں تھی کہ برطانوی پروپیگنڈے کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کر سکتے ،خصوصًا ایسی صورت میں کہ مسلمانوں کی اکثریت کو اِس پروپیگنڈے نے نہ صرف متاثر بلکہ مسحو بنا دیا تھا۔ لا محالہ جمعیۃ علماءِ ہند کی آواز ''نقار خانہ میں طوطی کی صدا'' بن کرنا کام ہوتی رہی۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ جمعیۃ علماءِ ہند پاکستان کا بہترین بدل تلاش کر چکی تھی اور ایک ایسا فارمولا منظور کر چکی تھی کہ وہ کامیاب ہو جاتا تو ملک کی طاقت میں یہ رَخنہ نہ پڑتا کہ ایک ہی ملک کے دو حصّے جن کے متعلق اَب یہ کہا جا رہا ہے کہ کسی بھی حصّہ کا کامیاب دفاع اور تحفظ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک اُن دونوں کی فوجی کمان ایک نہ ہو۔ یہ دو حصّے ایک دُوسرے کے مقابلہ میں تیر وترکش سنبھالے ہوئے ہیں اور مالیہ کا بڑا حصّہ جو تعمیر وترقی یا کسی بیرونی طاقت کے مقابلہ پر دفاعی طاقت کے مضبوط بنانے میں صرف ہوتا، اپنے ہی

ہاتھ پاؤں کے بچاؤ پر صرف ہو رہا ہے اور یہ صورت کہ بھارت کی مسلم اقلیت غضبناک اکثریت کے شکنجہ میں کسی ہوئی بے یارومددگار رَواویلا کر رہی ہے، یہ افسوسناک صورت بھی پیش نہ آتی۔ غور فرمائیے جمعیۃ علماءِ ہند کے فارمولے کے اہم اجزاء یہ تھے :

(۱) صوبے خود مختار ہوں۔

(۲) مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کر دیں اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔

(۳) اُن مشترکہ اختیارات کے علاوہ جن کی تصریح مرکز کے لیے کر دی گئی ہو باقی تمام تصریح کردہ اور غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے حوالے ہوں۔

(۴) مرکز کی تشکیل ایسے تناسب سے ہو کہ اکثریت اقلیت پر زیادتی نہ کر سکے مثلاً پارلیمنٹ کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو:

ہندو : ۴۵ مسلمان : ۴۵ دُوسری اقلیتیں : ۱۰

(۵) جس مسئلہ کے متعلق مسلم ممبران کی اکثریت فیصلہ کر دے کہ اِس کا تعلق مذہب سے ہے وہ پارلیمنٹ میں پیش نہ ہو سکے۔

اِس فارمولے کا مفاد یہ ہوتا :

الف : اہم پورٹ فولیو (قلمدان وزارت) کی تقسیم مساوی طور پر ہوتی۔

ب : صوبہ سرحد، صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان اور اگر کشمیر کو ایک صوبہ کی حیثیت دی جاتی تو صوبہ کشمیر، مذہبی، معاشی، تہذیبی اور تمدنی اُمور میں قطعاً خود مختار ہوتے۔

ج : پورا صوبہ پنجاب راولپنڈی سے لے کر ضلع سہارنپور کی سرحد تک۔

د : پورا صوبہ بنگال جس کا دارالحکومت کلکتہ کا عظیم شہر ہوتا مسلم اکثریت کے زیرِ اقتدار رہتا

ہ : صوبہ دہلی اور صوبہ آسام کی سیاست اور حکومت میں مسلمانوں کا تقریباً مساوی حصّہ ہوتا کیونکہ اِن دونوں صوبوں میں مسلمان ۳۴، ۳۵ فیصدی تھے۔

و : ہندوستان کے باقی صوبوں میں مسلمان لاوارث یتیم کی طرح نہ ہوتے کیونکہ

نمبر۱ : ملازمتوں اور اسمبلیوں میں اِن کا حصہ حسبِ سابق ۳۰ یا ۳۳ فیصدی ہوتا۔

نمبر۲ : وزارتوں میں اِن کی مؤثر شمولیت ہوتی۔

نمبر۳ : مذہبی اور تمام فرقہ وارانہ اُمور میں اِن کو حق استرداد ہوتا۔

نمبر۴ : وہ ایسے مرکز کے ماتحت ہوتے جس میں اِن کی تعداد مساوی ورنہ کم اَزکم ۳۳ فیصدی ہوتی اور تمام فرقہ وارانہ اُمور کی باگ ڈور اِن کے ہاتھوں میں ہوتی کیونکہ اسمبلی پارلیمنٹ یا کیبنٹ مسلم ممبران کی موافقت کے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہ کرسکتی۔

اِس فارمولے کو اُس پرآشوب دور میں مسلمانوں کی اکثریت نے یا تو سُنا ہی نہیں اور اگر سُنا تو جذبات میں اِس درجہ وارفتہ تھے کہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ بہرحال ''مضٰی ما مضٰی'' اَب اِس داستانِ پارینہ سے کیا فائدہ؟ مگر مجاہدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے تذکرہ میں اِس کا تذکرہ ضروری ہے تاکہ کل نہیں تو آج اَندازہ ہوسکے کہ مخالفت کرنے والے کہاں تک حق پر تھے اَور مجاہدِ ملت کی سرفروشانہ جان فشانی کس مقصد کے لیے تھی۔

جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا ایک مثبت فارمولا تھا اَور جمعیۃ علماءِ ہند کے اَرکان کو اِس پر اِتنا وثوق اور یقین تھا کہ وہ ہر ایک کے سامنے اِس کو پیش کرسکتے تھے۔ چنانچہ وزارتی مشن آیا تو جمعیۃ علماءِ ہند کے نمائندہ حضرات نے اِس کو نہ صرف یہ کہ پیش کیا بلکہ اِس پر مشن کی پسندیدگی بھی حاصل کی۔

مولانا آزاد مرحوم نے اپنی مشہور کتاب ''اِنڈیا وِنس فریڈم'' میں واضح کردیا ہے کہ اِن کا پیش کردہ فارمولا ''وزارتی مشن'' نے منظور کرلیا تھا۔

یہی وہ فارمولا ہے جس کو مولانا آزاد نے پیش فرمایا تھا۔ مزید تفصیل چند سطروں کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

وزارتی مشن کی آمد اور جمعیۃ علماءِ ہند کی نمائندگی

ابھی صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات تمام ہندوستان میں مکمل نہیں ہوئے تھے کہ ۲۳ رمارچ ۱۹۴۶ء کو وزارتی مشن کراچی پہنچ گیا۔ لارڈ پیتھک لارنس وزیرِ ہند، سر اسٹیفورڈ کرپس اور

جنرل الیگزینڈر وفد کے ارکان تھے۔ایک ہفتہ آرام کرنے کے بعد یا تازہ حالات کے پورے مطالعہ کے بعد یکم اپریل سے مشن نے ہندوستانی لیڈروں سے ملاقات شروع کی۔ کُل ہند مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے صدر کی حیثیت سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی گئی تھی اَور چونکہ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے ساتھ دُوسری جماعتیں بھی اشتراکِ عمل کیے ہوئے تھیں لہٰذا جنابِ صدر کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ مزید تین افراد کو اپنے ساتھ لے آئیں چنانچہ عبدالحمید صاحب خواجہ مرحوم (صدر آل اِنڈیا مسلم مجلس) شیخ حسام الدین صاحب (صدر آل اِنڈیا مجلس احرارِ اِسلام) شیخ ظہیر صاحب (صدر آل اِنڈیا مومن کانفرنس)۔اِن تینوں جماعتوں کے سربراہوں کی حیثیت سے اَور جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب (مرکزی وزیر برقیات) ترجمان کی حیثیت سے حضرت شیخ الاسلام کے ساتھ تشریف لے گئے۔

اِس نمائندہ جماعت کو ایک ایسے صاحبِ بصیرت سیاسی کھلاڑی کی بھی ضرورت تھی جو نمائندگانِ پریس کی شوخیوں کا جواب بھی دے سکے اُس کی حاضر جوابی دُوسری پارٹیوں کے نکتہ چینیوں کو خاموش کر سکے۔ پرمغز و مدلّل خطابت ہر ایک دل کو مٹھی میں لے سکے۔ ایسی شخصیّت جو اِن اَوصاف کی حامل ہو، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی شخصیّت تھی۔لہٰذا آپ کو بھی اِس نمائندہ وفد میں شریک کیا گیا۔

۱۶/اپریل ۱۹۴۶ء کو چار بجے شام سے سوا پانچ بجے تک مشن سے ملاقات ہوئی۔ جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا وزارتی مشن کے سامنے پیش کیا گیا۔وزارتی مشن نے اِس فارمولے سے یہاں تک دلچسپی لی کہ مقررہ وقت یعنی (نصف گھنٹہ) سے زائد ۴۵ منٹ فارمولے کے مضمرات اَور اُس کے مفادات کو سمجھنے سمجھانے پر صرف کر دیے۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب (اِنڈیا وِنس فریڈم) میں ایک فارمولے کا تذکرہ کیا ہے جس کو وزارتی مشن نے خاص طور پر پسند کیا تھا اَور اِسی کی بنیادوں پر اپنا اعلان مرتب کیا تھا۔مولانا آزاد نے اِس کتاب میں اِس فارمولے

کو اگر منسوب کیا ہے تو صرف اپنی جانب لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا تھا جو جمعیۃ علماءِ ہند کے اجلاس لاہور (مارچ ۱۹۴۲ء) میں مرتب کیا گیا اُور اجلاس سہارنپور (مئی ۱۹۴۵ء) میں اِس کی مزید توثیق اور تشریح کی گئی تھی۔

سیاسیات سے دلچسپی رکھنے والے اخبار بین طبقہ کو تقریباً ۱۶ رسال پہلے یہ بات فراموش نہیں ہوئی ہوگی کہ مذکورہ بالا ملاقات سے ایک ماہ بعد ۱۶ رمئی ۱۹۴۶ء کو وزارتی مشن نے جو سفارشات پیش کیں وہ اُن ہی لائنوں اور خطوط پر تھیں جن کی طرف جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا اِشارہ کررہا تھا۔

وزارتی مشن نے پاکستان کی تردید کرتے ہوئے نظریۂ پاکستان کو ہندوستان کے لیے مضرت رساں قرار دیا تھا۔ اِن سفارشات کی بنیاد پر ۲ رستمبر ۱۹۴۶ء کو عارضی حکومت کا قیامِ عمل میں آیا تو کیبنٹ کے ۱۴ ممبروں میں پانچ مسلمان تھے یعنی ۳/۱ سے کچھ زیادہ اور مالیات کا اہم ترین محکمہ نواب زادہ لیاقت علی خان کے سپرد کیا گیا تھا۔

مگر بخت واژگوں نے پھر پلٹا کھایا، لیگ کی طرف سے ردِّ عمل تو لازمی تھا لیکن برطانوی ایجنٹوں کی دورُخی پالیسی نے اِس کی نوعیّت میں خونریزی بھی شامل کردی۔ اِنتہا یہ کہ تقسیم کا سوال پھر شدّت سے سامنے آیا اور اِس مرتبہ کانگریس کی غیر معمولی اکثریت بھی تقسیم کی حامی بن گئی۔

سیاست کا یہ دور بھی نہایت پرپیچ تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ اِس کے متوقع نتائج کسی ایک فیصلے پر متحد کرنے کے بجائے ہر ایک فریق کے لیے متضاد دلائل مہیّا کررہے تھے۔ مثلاً یہ بات مشہور ہے کہ سردار پٹیل جو اِس عارضی حکومت میں وزیر داخلہ بنائے گئے تھے اُن کو اِس سے سخت تکلیف ہوئی کہ وہ اپنے اختیارات سے ایک چپڑاسی کا تقرر بھی نہیں کر سکتے، چپڑاسی کے لیے بھی وزیر مال نواب زادہ لیاقت علی خاں کی منظوری کے محتاج ہیں (جنھوں نے پارلیمنٹ سے ایک ایسا میزانیہ منظور کرالیا تھا جس نے ہندوستان کے سرمایہ داروں کو سراسیمہ کردیا تھا)۔

اس ایک واقعہ سے قوم پرور مسلمانوں کی یہ دلیل مضبوط ہورہی تھی کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان ایک فیصلہ کن پوزیشن اختیار کر سکتے ہیں بلکہ ایسی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں کہ اکثریت اِن کی دست نگر بن جائے اور اِسی ایک واقعہ نے سردار پٹیل جیسے ہندو اِزم کے حامیوں کو یہ سبق دے دیا تھا کہ تقسیم ضروری ہے کیونکہ سیاسی اقتدار میں اگر مسلمانوں کی شرکت رہی تو اُن کو ہندو اِزم کے چمکانے اور من مانی کارروائی کرنے کی کھلی چھٹی نہیں مل سکے گی۔

فرقہ پرستی کہاں کہاں تھی

کہا جاتا ہے کہ مسٹر جناح اور اُن کے ساتھی مسلم رہنماؤں کی ذہنیت فرقہ پرست تھی مگر سردار پٹیل جیسے قوم پرست نے جس ذہنیت کا ثبوت پیش کیا اِس کے لیے بھی فرقہ پرستی کے علاوہ کوئی اور عنوان نہیں ہوسکتا الفاظ میں اگر تبدیلی کی جائے تو سردار پٹیل کی ذہنیت کے لیے ''زہریلی سا مپردا یکتا'' کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔ بہرحال سیاست کا یہ وہ نازک موڑ تھا جس کی نظیر شاید ہندوستان کی پوری تاریخ میں نہ مل سکے۔

اِنڈین نیشنل کانگریس کو عام طور پر کامیاب تصور کیا جاتا ہے، بے شک وہ ہر لحاظ سے کامیاب رہی کہ انگریز کو ہندوستان بدر کر کے سیاسی اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن اگر کسی بااُصول جماعت کی کامیابی کا مدار اصول کی کامیابی پر رکھا جائے تو صحیح بات یہ ہے کہ کانگریس ناکام رہی کیونکہ اُس کے دونوں اصول یعنی (۱) پورے ہندوستان کا اتحاد اَور (۲) بلا تفریق مذہب و ملّت تمام ہندوستانیوں کی قومیت کا اتحاد، یہ دونوں اصول پاش پاش ہوگئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں کانگریس کا عذر یہ تھا :

''حالات نے ہر ایک دماغ کو مجبور کر دیا ہے کہ جو حل بھی موجودہ اُلجھاؤ کو ختم کرسکتا ہو اُس کو تسلیم کرلے۔ کانگریس کے سامنے یہ سوال نہیں تھا کہ کونسا منصوبہ منظور کیا جائے بلکہ سوال یہ تھا کہ گومگو اَور غیر اطمینانی کی موجودہ تباہ کن حالت باقی رہے یا سب سے پہلی

فرصت میں اِس کوختم کردیا جائے۔کانگریس متحدہ ہندوستان کے نظریہ سے جدانہیں ہوئی لیکن وہ حقِ خود اِرادیت کوبھی تسلیم کرچکی تھی کہ جو علاقے یونین میں شامل نہ ہونا چاہیں اُنہیں مجبور کرنے کے خلاف ہے۔''

یہ دماغوں کی مجبوری کیا تھی ، یہ وہی فرقہ واریت تھی جو دونوں پلیٹ فارموں پر رقص کررہی تھی جس کا افسوسناک اَثر یہ تھا کہ ۳/ جون ۱۹۴۷ء کو تقسیمِ ہند کی اسکیم کا اعلان ہوا اور ۱۶/ جون تک کانگریس اَور مسلم لیگ (ہندوستان کی دونوں بڑی جماعتوں نے) اِس کے حق میں منظوری صادر کردی۔

(الجمعیۃ کا مجاہدِ ملّت نمبر ص۵۸ تا ص۶۱ خصوصی شمارہ مطبوعہ دہلی)

(جاری ہے)

علمی مضامین　　　　سلسلہ نمبر ۳۷ (قسط:۴، آخری قسط)

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

قیامِ پاکستان اَور مسلمانانِ برِصغیر کے لیے

علماءِ دیوبند کا بے داغ کردار

یہاں تک مکالمۃ الصدرین کے بارے میں بیشتر مضامین ''کشفِ حقیقت'' سے لے کر لکھے گئے اسی بحث سے متعلقہ چند اَور باتیں بھی درباری حضرات کو سناؤں کہ چشمِ بصیرت اِسے کہتے ہیں نہ کہ محض کفر کا فتوی لگادینے کو۔

نوٹ : کچھ عرصہ سے ملکی روزناموں میں بِلا وجہ اَکابر علماءِ دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت اَقدس مولانا السیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر بے بنیاد اِلزامات لگائے جارہے ہیں اَور اُن کی اعلیٰ سیاسی بصیرت کو جانبدارانہ اَور بے وزن تجزیوں کے ذریعہ بڑی بے اِنصافی سے داغدار کرکے نئی نسل کو گمراہ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں جبکہ ملک وقوم سے وفاداری اَور اُس کے لیے جان و مال کی قربانیاں دینا، جیلیں کاٹنا اَور ہندوستان کے عوام میں جذبہ آزادی بیدار کرکے تحریک کو ایسے مقام تک لے جانا جس کے نتیجہ میں ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے فرنگیوں کو یہاں سے بوریا بستر گول کرکے راہِ فرار اِختیار کرنا پڑی اُن کے اخلاص و پاکیزہ کردار اَور اُولوالعزمی پر شاہدِ بین ہیں۔
اِس لیے ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ آج سے ۲۵ برس قبل قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ سابق مرکزی اَمیر جمعیت علماءِ اِسلام کا تحریر فرمودہ مضمون شائع کردیا جائے جس میں تحریکِ آزادی سے لیکر تادمِ تحریر مدلل اَور باحوالہ سیاسی حقائق بہت سہل اَنداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ (اِدارہ)

تصورِ پاکستان اَور حدودِ پاکستان کے بارے میں حضرت مدنیؒ اپنے دُوسرے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں :

پاکستان کے مفہوم کے متعلق اَب تک مختلف تفصیلات آئی ہیں اجلاس لاہور ۱۹۴۰ء میں جو قراداد پاس ہوئی تھی اَور جسے پاکستان کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے اِس کے الفاظ حسبِ ذیل تھے :

مسلم لیگ کی یہ پختہ رائے ہے کہ کوئی دستورِ حکومت بغیر اِس کے کہ وہ ذیل کے اصول پر مبنی ہو نہ قابلِ عمل ہوسکتا ہے اَور نہ مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول یہ کہ

(۱) جغرافیائی حیثیت سے متصل وحدتوں کی ایسے علاقوں میں حد بندی کردی جائے جو اِس طرح بنائے جائیں اَور اُن میں ضرورت کے مطابق ایسی سرحدی تبدیلیاں کی جائیں وہ رقبے جہاں مسلمانوں کی عددی اکثریت ہے مثلاً ہندوستان کی شمال مغربی اَور مشرقی منطقے (یعنی پنجاب وغیرہ اَور بنگال و آسام اُس وقت کے صوبے نہیں بلکہ اَز سرِ نو تقسیم شدہ حصے۔ یہی تجویز پنجاب اَور بنگال کی تقسیم کی بنیاد بنی) ایک مستقل ریاست بن جائیں اَور اِس ریاست کے اجزاءِ ترکیبی اَندرونی طرز پر خود مختار اَور مطلق العنان ہوں۔

(۲) یہ کہ اُن علاقوں اَور منطقوں کے اجزاءِ ترکیبی میں اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، اِنتظامی اَور دُوسرے حقوق و مفاد کے تحفظ کے لیے آئین میں معتدل اَور مؤثر اَور واجب التعمیل تحفظات درج کیے جائیں اَور نیز ہندوستان کے دُوسرے علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد کم ہے مسلمانوں کے لیے اَور نیز دُوسری اقلیتوں کے لیے ایسی معقول، مؤثر اَور واجب التعمیل تحفظات معین طور پر دستور میں شامل کر دیے جائیں جن سے اُن کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی اَور دُوسرے حقوق و مفاد کی حفاظت ہو جائے۔

یہ اِجلاس ورکنگ کمیٹی کو یہ اِختیار دیتا ہے کہ دستور کی ایک اسکیم مرتب کرے جو اِن

بنیادی اصولوں پر مبنی ہو اَور اِس قسم کی ہو کہ اُس میں یہ گنجائش ہو کہ اِن علاقوں کو اِس قسم کے اِختیارات مل جائیں جیسے دفاع ، امورِ خارجہ ، رسل و رسائل ، کروڑ گیری اَور نیز ایسے ہی دُوسرے امور جو ضروری ہوں ۔ (اجمل ۳۰ رمئی ۱۹۴۴ء)

مذکورہ بالا ریزولیوشن سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے لیے صوبوں کی پرانی حدود نہ ہوں گی بلکہ نئی حدود جو کہ مذکورہ اصولوں کے مطابق ہوں مقرر کی جائیں گی ۔ پنجاب[۱] اَور بنگال اَور آسام کے وہ اضلاع جن میں مسلمان غیر مسلموں سے اقلیت میں ہیں وہ خارج کر دیے جائیں گے نیز لیگ کی ورکنگ کمیٹی دستور کی کوئی مفصل اسکیم بنائے گی مگر آج تک ہمارے سامنے ورکنگ کمیٹی کی کوئی ایسی اسکیم نہیں آئی شخصی آراء اَور اسکیمیں بہت آئیں جن میں آپس کے اِختلاف کے علاوہ اِن شروط کے مطابق عددی اکثریت بھی بسا اَوقات نہیں پائی جاتی مثلاً ڈاکٹر عبداللطیف صاحب نے مختلف تہذیبی اصول (منطقوں) کو معیارِ تقسیم قرار دیا ہے جو کہ اِن اصولوں سے علیحدہ ایک اصول ہے ۔

چنانچہ روزنامہ حقیقت لکھنؤ اپنی اشاعت مورخہ ۵ رستمبر ۱۹۴۵ء ب ۵ نمبر ۱۴۲ میں لکھتا ہے کہ :

کراچی میں مسٹر جناح نے ایک پریس کانفرنس کی جس میں ہندو مسلم اَخبارات کے ایڈیٹر شریک تھے اِس کانفرنس میں ایک مسلمان اَخبار نویس نے مسٹر جناح سے خواہش کی کہ وہ پاکستان کی تعریف کریں ۔ مسٹر جناح نے جواب میں کہا کہ ''مجھے پاکستان کی وضاحت کرنے کے لیے کچھ وقت درکار ہے تاکہ میں اِس کا پوری طرح مطالعہ کر سکوں ۔ پھر اَخبار ایڈیٹر کے مسلسل مطالبہ پر اُنہوں نے جواب دیا جو رسالے اَور مضامین اَب تک پاکستان کی تائید میں شائع ہو چکے ہیں اُن کو پڑھ لو ۔''

اُن سے اِس سے زیادہ سول کیے گئے تو اُنہوں نے ناراضگی سے کہا کہ ''اَب وہ اِس مسئلہ میں مزید گفتگو کرنا نہیں چاہتے ۔''

---

[۱] حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بروقت غور کرنے اَور طے کر کے ایک چیز پر جم جانے کی تنبیہ فرمائی تھی ۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مسٹر جناح کے ذہن میں ۵؍ستمبر ۱۹۴۵ء تک کوئی مکمل حقیقت اَور تحدید موجود نہ تھی ۔

نواب زَادہ لیاقت علی خاں صاحب جنرل سیکریٹری آل اِنڈیا مسلم لیگ ۱۴؍ستمبر ۱۹۴۵ء کو علی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''مجھے ایک بار پھر پاکستان کی تشریح کر لینے دیجیے پاکستان سے مقصود یہ ہے کہ اُن علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے آزاد اَور خود مختار حکومتیں قائم کی جائیں ۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ پاکستان کی حدودِ اَربعہ کیا ہوں گی ۔ میں ایک بار پھر اِس پلیٹ فارم سے اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کی حدودِ اَربعہ کی بنیاد وہی ہوگی جو اَبھی صوبۂ پنجاب، سرحد، بنگال، بلوچستان اَور آسام کی حدودِ اَربعہ ہیں ۔''

اِس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ نواب زادہ اُن صوبوں کے قدیمی انگریزی حدود ہی اعتبار فرماتے ہیں اگرچہ اُن میں ایسے متعدد منطقے ہیں جن میں مسلمان بہت تھوڑی اقلیت رکھتے ہیں جیسے صوبۂ آسام کا مشرقی شمالی حصہ یعنی برہم پتر ویلی اَور پہاڑی حصہ وغیرہ ۔ یا پنجاب کے مشرقی اَور بنگال کے مغربی منطقے یا سکھوں کے اَکثریت والے اضلاع پنجاب ۔

۱۷؍اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مسٹر جناح نے کوئٹہ میں تقریر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ فرمائے :

بہرحال ہمارا مطالبۂ پاکستان بالکل واضح ہے یعنی وہ علاقے جہاں مسلمان عددی اَکثریت رکھتے ہیں اُنہیں آزاد خود مختار ملکوں کی شکل میں مجتمع کیا جائے جن میں ہر واحدہ ترکیبی خود مختار اَور کامل الاقتدار ہوگا اَور جن میں اقلیتوں کو اُن کی مذہبی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اَور انتظامی حقوق کے لیے مؤثر آئینی تحفظات دیے جائیں گے ۔ ہمارا مطالبہ بالکل واضح ہے اَور اِنصاف کے معیار پر پورا اُترے گا ۔(انجام ۲۰؍اکتوبر ۴۵ء ج ۱۶ نمبر ۲۶۸) ۔(وحدت ۲۰؍اکتوبر ۴۵ء ج ۱۷ نمبر ۲۱۳)

مسٹر جناح نے ایک امریکن نامہ نگار سے اِنٹرویو میں کہا :

''پاکستان شمال مغربی سرحدی صوبہ ، بلوچستان ، سندھ ، پنجاب اَور بنگال جس میں بندرگاہ کلکتہ اَور اُس کے اِردگرد صنعتی علاقے بھی شامل ہیں اَور آسام کے صوبوں پر مشتمل ہوگا۔ پاکستان کا آئین سیاسی طور پر بالکل جمہوری ہوگا۔ بڑی بڑی صنعتیں اَور عوام کو فائدہ پہنچانے والی سروسیں سوشلسٹ اصولوں پر قومی ہوں گی۔ تمام صوبوں اَور اُن سے متعلق تمام ریاستوں کو داخلی آزادی حاصل ہوگی۔

پاکستان دو بڑے حصوں یعنی شمال مغربی اَور شمال مشرقی پر مشتمل ہوگا۔ لیکن وہ بحیثیت عمومی ایک ہی بلاک کہلائے گا۔ اِس کے قدرتی ذرائع اَور اِس کی آبادی اِتنی کافی ہوگی کہ اِسے دُنیا کی ایک طاقت بنا سکے۔ مجموعی آبادی تقریباً دس کروڑ ہوگی۔ کوئی وجہ نہیں کہ اِس کے قدرتی وسائل سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے یا اِسے دُنیا کی بڑی طاقت نہ بنایا جائے۔ انگلستان کی آبادی ساڑھ تین کروڑ سے زائد نہیں پھر بھی وہ دُنیا کا بہت بڑا ملک بن گیا ہے۔''

اِس بیان میں صوبوں کی تفصیل ہے لیکن یہ نہیں ہے کہ اُن کی تحدید اِسی نہج پر ہوگی جو کہ انگریزی گورنمنٹ نے کر رکھی ہے یا اِس میں سے وہ منطقے جو کہ غیر مسلم اَکثریت رکھنے والے ہیں خارج کیے جائیں گے یا نہیں۔ اَلبتہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کا وہ بیان جو کہ اِلہ آباد کے جلاس میں ۱۹۳۰ء میں اُنہوں نے اپنے خطبہ میں دیا تھا وہ اِن قطعوں کو صاف الفاظ میں مستثنٰی فرماتے ہیں۔ مندرجہ ٔ ذیل الفاظ ملاحظہ ہوں :

''اِس تجویز کو ہنٹر کمیٹی کے سامنے بھی پیش کیا گیا ہے اُنہوں نے اِسے اِس بناء پر رَد کر دیا کہ اِس پر عمل کرنے سے ایک نا قابلِ انتظام سلطنت ظہور پذیر ہوگی۔ یہ صحیح ہے جہاں تک کہ رقبہ کا تعلق ہے لیکن آبادی کے لحاظ سے ہندوستان کے بعض موجودہ صوبوں سے کمتر ہوگی۔ لیکن اگر اَنبالہ ڈویژن اَور بعض دیگر غیر اِسلامی اضلاع کو اَلگ کر دیا جائے تو اِس کی وسعت بھی کم ہو جائے گی اَور مسلم آبادی کا عنصر اَور بھی بڑھ جائے گا۔ اِس طرح غیر مسلم اقلیتوں کو مزید مؤثر سیاسی مراعات دینے کا موقع بھی میسر ہوگا۔''

اِن تمام اقوال میں کشمیر [1] کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے مزید چوہدری رحمت علی صاحب بانی پاکستان نیشنل موومنٹ ۱۹۳۳ء میں کشمیر کو بھی اِس میں داخل فرماتے ہوئے پاکستان کی وجہ تسمیہ میں حرفِ کاف کو کشمیر ہی میں سے لیتے ہیں ظاہر ہے مسلم آبادی کی وہاں پر خصوصی اَور غیر معمولی اَکثریت اِس کی مقتضی بھی ہے اگرچہ لیگی حضرات اِس سے ساکت یا مخالف معلوم ہوتے ہیں۔

بہرحال پاکستان کی حدود کی تعیین محتاج تنقیح ضرور ہے اَقوال مختلف ہیں کوئی قابلِ اطمینان صورت اَبھی تک سامنے نہیں آئی ہے۔ اگر آبادی کی اَکثریت کو ہی بناءِ تقسیم قرار دیا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ غیر مسلم اَکثریت والے اِضلاع کو مجبور کیا جائے کہ وہ حقِ خود اِختیاری اَور حقِ اِنفصال سے روکے جائیں اَور اپنی مرضی کے مطابق جس مرکز سے چاہیں تعلق نہ رکھیں اَور اگر تحدیداتِ برطانیہ کو اِس کا موجب قرار دیا جاتا ہے تو اِس کی مقبولیت میں یقیناً کلام ہے بالخصوص لاہور والی تجویز کی روشنی میں۔

پاکستان کا طرزِ حکومت :

اِس رسالہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اِس معاملہ پر بھی پوری طرح روشنی ڈالتے ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں :

خود مسٹر جناح نے بمبئی کے ایک اجتماع میں فرمایا کہ :

''پاکستان کا دستورِ اساسی پاکستانی عوام مرتب کریں گے اَور تمام اَقلیتوں کو حکومت میں نمائندگی دی جائے گی۔'' (زمیندار لاہور مورخہ ۱۰؍نومبر ۱۹۴۵ء)

احمد آباد میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

''پاکستان کی حکومت جمہوری ہوگی اَور سارا نظم ونسق عوام کے نمائندوں کے ہاتھوں میں ہوگا۔'' (انجام مورخہ ۲۷؍اگست ۱۹۴۵ء)

نمائندہ نیوز کرانیکل کو بیان دیتے ہوئے مسٹر جناح نے فرمایا :

---

[1] حضرت مدنیؒ کی یہ تحریر ۴۵ء کی ہے اِس میں وہ کشمیر کی یاد دِہانی کرا رہے ہیں۔

''پاکستان کی حکومت (یورپین) جمہوریت کے طریقہ پر ہوگی۔ ہندو اَور مسلمان آبادی اَور مردم شماری کی حیثیت سے رائے شماری کر کے فیصلہ صادر کریں گے اَور وَزارتوں اَور لیجسلیچر میں سب حصہ دار ہوں گے۔ (شہباز لاہور مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۵ء بحوالہ ڈان)

۸ر نومبر ۱۹۴۵ء کو بمبئی میں ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کو بیان دیتے ہوئے مسٹر جناح نے فرمایا کہ :

''پاکستان ایک جمہوری حکومت ہوگی مجھے اُمید ہے کہ پاکستان کی بڑی بڑی صنعتیں اَور کارخانے سوشلسٹ اصول پر قوم کے قبضہ میں دیے جائیں گے۔ (منشور ۱۱ر نومبر ۴۵ء ص ۳ کالم نمبر ۲)۔ (انجام ۱۲ر نومبر ۴۵ء ص ۱ کالم نمبر ۴)

میاں بشیر احمد صاحب رُکن ورکنگ کمیٹی آل اِنڈیا مسلم لیگ ۲ر نومبر ۱۹۴۵ء کو لاہور کے جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

''ہمارے قائداعظم بار با کہہ چکے ہیں کہ پاکستان میں بلا لحاظ مذہب عوام کی حکومت ہوگی پاکستان میں ہندوؤں اَور سکھوں کو برابری اَور آزادی جائے گی۔''

علی گڑھ یونیورسٹی میں نواب زادہ لیاقت علی خاں صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ :

''ہم سے سوال کیا جاتا ہے کہ پاکستان کا دستورِ اساسی کیا ہوگا ، اِس کا جواب یہ ہے کہ پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا اَور اِس کے دستورِ اساسی کی تشکیل اُن علاقوں کے باشندگان بتوسط ایک منتخب کردہ مجلس دستورِ اساسی خود ہی کریں گے ہر چیز اظہر من الشمس ہے۔'' (عصرِ جدید کلکتہ مورخہ ۲۶ر ستمبر ۱۹۴۵ء بحوالہ ڈان ۲۵ر ستمبر ۴۵ء ص ۶ کالم ۱)

شہباز لاہور مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۵ء لکھتا ہے کہ لیگ کا ذمہ دار سرکاری ترجمان ڈان لکھتا ہے کہ :

''مسٹر جناح نے ہمیشہ کہا ہے کہ پاکستان کوئی دینی و مذہبی حکومت ہرگز نہ ہوگی بلکہ خالصًا ایک دُنیوی حکومت ہوگی اَور مسلمانوں کی حکومتِ الٰہیہ کے نظریہ سے اِس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو عالمگیر اِسلامی قومیت (پین اِسلام اِزم) سے کوئی

دُور کا واسطہ بھی ہے اُن سے مسٹر جناح کو ہرگز اِتفاق نہیں۔''

ڈان ۹ ستمبر ۱۹۴۵ء لکھتا ہے کہ :

''مسٹر جناح نے ہمیشہ پاکستان کو ایک دُنیاوی اسٹیٹ قرار دیا ہے اَور اِس خیال کی ہمیشہ سختی سے مخالفت کی ہے کہ اِس میں مسلمانوں کی حکومت اِلٰہیہ قائم ہوگی۔ جو لوگ پاکستان کو پان اِسلام اِزم (اتحادِ اسلامی) کے مترادف قرار دیتے ہیں وہ اِتحاد کے دُشمن ہیں۔''

مدینہ بجنوز مورخہ ۲۱ رنومبر ۱۹۴۴ء نمبر ۹۴ جلد نمبر ۳۳ لکھتا ہے کہ اَخبار ''ایمان'' نے مسلم لیگ کے ترجمان ڈان کے ایک مراسلہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ :

''پاکستان میں مذہبی حکومت یا مسلم راج نہ ہوں گے کیونکہ مذہبی حکومت صرف وہاں قائم ہوسکتی ہے جہاں ایک ہی مذہب کے سو فیصدی لوگ ہوں یا اِتنی فوجی طاقت ہو کہ وہ غیر مذہب والوں کو مجبور کر کے مطیع کر سکے۔''

پھر یہی صاحب فرماتے ہیں کہ :

''اگر پاکستان میں مذہبی حکومت بنادی گئی تو اِس سے عوام کی ترقی رُک جائے گی طبقات کی تفریق کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اِنسان کی اجتماعی اَور اقتصادی نجات کی راہ بند ہو جائے گی مذہبی حکومت کے پیشرو مسلمان ہوں گے اَور وہ قابل نہیں ہیں، ہندو صوبوں کے مسلمانوں پر ظلم و ستم ہونے لگیں گے اِس سے ہندوستان میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک اُٹھے گی۔''

''پاکستان کیا ہے'' حصہ دوم از ص۲ تا ص۱۲

بقلم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی

صدر جمعیۃ علماءِ ہند و صدر کُل ہند مسلم پارلیمنٹری بورڈ

ناشر ناظم جمعیۃ علماءِ ہند دہلی

حضرت مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :

''پاکستان کی حکومت یورپین طریقہ پر ڈیموکریسی (جمہوری) حکومت ہوگی جس میں پریسیڈنٹ کیبنٹ اَور لیجلیچر کا تابع محض ہوگا بیشک وہ مسلم لیگی ہوسکتا ہے مگر صرف اُس وقت تک کہ جب لیگ کی پارٹی کے ممبر اکثریت میں ہوں اَور ہاؤس کی اَکثریت اُس کو منتخب کرے اَور اگر کوئی مخلوط پارٹی اکثریت میں آ گئی اَور اُس نے غیر مسلم کو منتخب کر دیا تو مسلمان پریسیڈنٹ بھی نہ ہوگا۔'' (پاکستان کیا ہے ص ۱۶ حصہ دوم)

قائد اعظم نے ۲۹ر فروری ۱۹۴۴ء کو نیوز کرانیکل لندن کی دعوت پر پاکستان کے مسئلہ میں جو بیان دیا تھا حضرت مدنیؒ نے وہ بھی نقل فرمایا ہے اُنہوں نے کہا :

''اگر برطانوی حکومت ملک کے دو ٹکڑے کر دے تو تھوڑے عرصہ کے بعد جو تین ماہ سے زیادہ نہ ہوگا ہندو لیڈر خاموش ہوجائیں گے۔ اَور جب تک دونوں ٹکڑے آپس میں امن سے نہ رہیں تب تک برطانوی حکومت کا فوجی اَور خارجی کنٹرول ضروری ہے اِس صورت میں مصر کی طرح کم اَزکم ہم اَندرونی طور پر تو آزاد ہوں گے۔ آج بھی اصولاً پانچ صوبوں میں پاکستانی حکومتیں مسلم لیگ کے ماتحت قائم ہیں اَور ہندو وزیر اُن میں کام کر رہے ہیں۔ پاکستان کی قائمی میں ۳/۴ ملک ہندوؤں کے زیرِ اثر ہوگا اَور ۱/۴ مسلمانوں کے، نیز پاکستان کے قائم ہونے سے دائمی امن کی اُمید ہے۔ (مدینہ بجنور ۱۷ جلد ۳۳ مورخہ ۵ر مارچ ۱۹۴۴ء)۔ (پاکستان کیا ہے ص ۲۲ حصہ اوّل)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن تحریرات و تقاریر وغیرہ سے اِستدلال کر کے یہ بیان فرمایا ہے کہ :

(۱) پاکستان بنانے کے لیے تقسیم کے اصول معین نہیں کیے گئے۔

(۲) پاکستان میں جب یورپین طرز کی جمہوری حکومت ہوگی تو خود مسلم لیگ کی حکومت بھی ختم ہوکر کسی دُوسری پارٹی کی حکومت آ سکتی ہے۔

(۳) ذمہ دار حضرات وہاں سرے سے مذہبی حکومت قائم کرنے کے حق میں ہی

نہیں ہیں۔

(۴) وہ حکومت ،حکومتِ برطانیہ کے زیرِ اَثر ہوگی اَور اگر حکومت مصر کی طرح ہوئی تو ملک تو آزاد نہ ہوگا غلام ہی رہے گا، وہ بھی غیر معینہ عرصہ تک کے لیے۔

بہر حال یہ اُن کے دلائل تھے جو ہمیں پورے تیس سال گزر جانے کے بعد بھی اِن اَکابر کے رسائل میں مل گئے اَور بھی بہت سے رسائل تھے جن میں بحث علمی اَور مفکرانہ اَنداز میں تھی۔ اِن حالات کو وہ خوب سمجھتے تھے۔

اِس لیے اِن حضرات نے علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کی توجہ اِس طرف مبذول کرائی تھی کہ مسلم لیگ سے باضابطہ طے کرلیں کہ پاکستان میں شرعی نظام ہی نافذ ہوگا۔ کیونکہ اِس میں شامل موثر عنصر مذہب سے واقف نہیں اَور مسلم لیگ یورپین جمہوری نظام کی طرف جارہی ہے۔ مگر اُنہوں نے مسلم لیگ سے طے کرنے کے بجائے ''مکالمۃ الصدرین'' نامی رسالہ میں مولانا مدنی کو ہی جواب دے دیا۔ اُنہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ''اَلْاَلْمَعِیْ'' کی مخلصانہ رائے پر عمل نہ کیا۔ ورنہ وہ اَکابر مسلم لیگ سے صاف طرح طے کر لیتے اَور پاکستان بنتے ہی بجائے نظامِ اسلامی سے دُوری کے نفاذِ نظامِ اسلامی عمل میں آتا۔ یہ حضرات مسلم لیگ سے باضابطہ جماعتی طور پر ''نفاذِ نظامِ اسلامی'' منظور کرانے پر اِس لیے زور دے رہے تھے کہ اُنہیں پہلے تجربہ ہو چکا تھا اَور وہ مسلم لیگ سے اِسلامی نظام کے بارے میں مایوس ہو چکے تھے۔

احتشام الحق صاحب تھانوی مسئلہ رویتِ حلال کے اختلاف پر ایوب خان کی نظر بندی سے رہا ہو کر آئے تو اُنہیں لاہور اَور راولپنڈی میں شاندار عصرانے دیے گئے۔ دونوں ہی جگہ اُنہوں نے تقریر کرتے ہوئے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء ہند کے خلوص و فراست کی تعریف کی اَور اُن کی یہ بات نقل کی جو مولانا نے اُن سے کہی تھی کہ :

''پاکستان تو بڑی بات ہے اگر مجھے یقین ہو کہ فقط ضلع گڑگانوہ جتنی جگہ کا نظام شرعی نافذ کرنے کے لیے مطالبہ کیا جارہا ہے تو میں اِس کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

میں بھی اِس استقبالیہ عصرانہ میں موجود تھا۔ یہ مال روڈ پر سابق ''نیڈوز ہوٹل'' میں دیا گیا تھا۔ چھ سو

سے زائد سامعین تھے اَور جو صاحب چاہیں تھانوی صاحب سے دریافت کر سکتے ہیں۔

آخری دور میں خود علامہ عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات بزبان امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ وغیرہم مایوسانہ ہوگئے تھے۔ اُنہوں نے وفات کے قریبی دِنوں میں بہاولپور میں متعدد جملے فرمائے۔ ''مجھ سے دھوکہ ہوا''، ''میرے ساتھی صحیح کہا کرتے تھے''، ''میں اَپنوں سے دُور ہو گیا ہوں''

پہلے گزر چکا ہے کہ مولانا مدنیؒ کے جیل جانے کے بعد حالات اَیسے ہوگئے تھے کہ علامہ عثمانیؒ دیوبند سے باہر چلے گئے تھے اَور پھر دُور اَور دُوری میں مجبور ہوتے چلے گئے۔ **رحمہ اللّٰہ تعالٰی.**

تنبیہ :

ہم نے اِن اَکابر کا یہ فارمولا اِس لیے ذکر کیا ہے کہ اِن کے متعلق جو لوگوں کو غلط فہمیاں ہیں وہ دُور ہو جائیں کہ اِن حضرات نے اپنی دَانست میں اپنی فراست سے دیانتداری کے ساتھ کام لیا تھا۔ معاذَ اللہ بد نیتی کی بدگمانی بھی غلط ہے اَور سیاسی بصیرت کی کمی کا اِنتساب بھی غلط ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر خصوصی شمارہ جلد ۴۳ بروز ہفتہ ۲۵ر رجب ۱۳۷۷ھ/ ۱۵ر فروری ۱۹۵۸ء میں ص ۱۶۴ کالم نمبر ۱ سطر نمبر پانچ پر دیا گیا ہے۔ بعد میں وہ ایک اَور کتاب میں جو ۱۹۶۵ء میں لکھی گئی ہے طبع ہوا، کتاب کا نام ہے ''حیرت اَنگیز واقعات'' عنوان ہے ''تقسیمِ ہند کی حتمی پیشین گوئی۔''

> اَوائل ۱۹۴۶ء میں جنرل الیکشن کی ہنگامہ خیزیوں کا زمانہ تھا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے اُمیدواروں کو کامیاب بنانے کے لیے تمام ہندوستان کا طوفانی دَورہ فرما رہے تھے۔ صوبہ بنگال میں تمام صوبوں کے بعد الیکشن ہوا تھا اِس لیے حضرت شیخ الاسلامؒ اَوائل فروری میں نواکھالی تشریف لے گئے۔ مختلف مقامات پر حضرت کی تقریروں کا پروگرام بنا۔ آپ کے سفر سے متعلقہ اِنتظامات راقم الحروف سے متعلق تھے۔
>
> بہرحال ہمارا قافلہ ۳ر مارچ کی شام گوپال پور تھانہ بیگم گنج پہنچا۔ مولانا عبدالحکیم صدیقی، مولانا نافع گل اَور دیگر چار پشاوری طالبعلم ہمراہ تھے۔

چوہدری رازق الحیدر چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ نواکھالی کے دولت کدہ پر قیام ہوا۔
دُوسرے دِن ایک عظیم الشان جلسہ میں انتخابی تقریر کرنی تھی۔ نمازِ عشاء کے بعد ۱۱ر بجے طعام تناول کیا اَور تقریباً ۱۲ر بجے سونے کی غرض سے آرام فرمانے لگے۔ راقم الحروف پاؤں دباتا رہا۔ کچھ دیر بعد آپ کو نیند آ گئی اَور ہم لوگ دُوسرے کمرے میں بعض ضروری کاموں کی تکمیل میں مصروف ہوگئے۔ تقریباً دو بجے شب کو راقم الحروف اَور چوہدری محمد مصطفیٰ (ریٹائرڈ) اِنسپکٹر مدارس کو طلب فرمایا ہم دونوں فوراً حاضر خدمت ہوئے۔
اِرشاد فرمایا کہ : لو بھئی! اصحابِ باطن نے ہندوستان کی تقسیم کا فیصلہ کر دیا اَور ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ بنگال و پنجاب کو بھی تقسیم کر دیا۔ یہ سن کر راقم الحروف نے عرض کیا کہ اَب ہم لوگ جو تقسیم کے مخالف ہیں کیا کریں گے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہم ظاہر کے پابند ہیں اَور جس بات کو حق سمجھتے ہیں اُس کی تبلیغ پوری قوت سے جاری رکھیں گے۔
دُوسرے دِن گوپال پور کے عظیم الشان جلسہ میں تقسیم کی مضرتوں پر معرکۃ الاراء اَور تاریخی تقریر فرمائی اَور ایک سال چار ماہ بعد ۳ر جون ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن گورنر جنرل ہند کے غیر متوقع اعلان سے اِس پیشین گوئی کی حرف بحرف تصدیق ہوگئی۔

(مولانا رشید احمد صاحب صدیقی، کلکتہ، واقعات ص ۴۶)

اِس سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ دیانتاً آپ کی رائے میں مسلمانوں کے لیے فلاحی فارمولا یہی تھا اَور آپ اِس کے لیے کوشش عقلاً و دیانتاً ضروری سمجھتے ہیں۔ خدانخواستہ کسی بھی قسم کی سخن پروری یا نفسانیت کا اِس میں شائبہ نہ تھا۔

اِسی طرح آپ سے پاکستان کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا :

''مسجد جب تک نہ بنے اِختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن جب وہ بن گئی تو مسجد ہے۔''

(الجمعیۃ کا مذکورہ شیخ الاسلام نمبر ص ۱۷ کالم نمبر ۱)

لہٰذا اَب ہمارے لیے مملکتِ پاکستان ''مسجد'' کا حکم رکھتی ہے اِس کی بقاء اَور استحکام کی کوشش حضرت مولانا السیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے اِس اِرشاد کے بموجب ہم سب کا مذہبی فرض ہے۔

ہمارے بریلوی دوست جنہوں نے ''مکالمۃ الصدرین'' چھاپا، اُنہوں نے ہمیں اِس واقعہ کی اَور اِس فارمولے کی تفصیل بیان کرنے پر مجبور کردیا۔ ورنہ اَب یہ سب باتیں پرانی ہوچکی ہیں۔ اَب وہ ذرا اپنے رسائل اُٹھا کر دیکھیں۔ نورانی صاحب احکامِ نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ، میں مسلم لیگ کی بلکہ اپنے سوا سب جماعتوں اَور ساری اُمتِ محمدیہ کی تکفیر پہلے ملاحظہ فرمالیں۔ اَور دُوسری کتابوں مثلاً مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری۔ **اَلْجَوَابَاتُ السَّنِیَّۃُ عَلٰی زُھَاءِ السُّوَالَاتِ اللِّیْگِیَّۃُ** اَور **قھر القادر علی الکفار اللیاڈر ملقب بلقب** لیڈروں کی سیاہ کاریاں میں مسلم لیگ کی بلکہ اپنے سوا ساری اُمتِ محمدیہ کی تکفیر پہلے ملاحظہ فرمالیں۔ اِن میں مسٹر جناح کو جہنم کا کتا ثابت کیا ہے۔ **اَلْجَوَابَاتُ السَّنِیَّۃُ** میں مسلم لیگ کے اَغراض و مقاصد کے بارے میں سرکارِ مارہرہ کے اَولادِ رسول محمد میاں صاحب نے اپنے فتوے میں اِرشاد فرمایا ہے :

> ''اَور یہ سب اغراض و مقاصد صریح محرماتِ شرعیہ پر مشتمل اَور حرامِ قطعی اَور منجر باشد وبال و نکال و کفر و ضلال ہیں۔ اَور اِن کے ہوتے ہوئے لیگ کی شرکت و رُکنیت سخت ممنوع و حرام ہے۔'' (**الجوابات السنیہ ص۳ سطر۹، نمبر۱۰ مطبع سلطانی بمبئی**)

اِس کے بعد ایک ایک کرکے اِس کے اغراض و مقاصد کی تغلیط کی ہے اَور انہیں ضلالت و گمراہی قرار دیا ہے۔ اِس فتوے کے ہوتے ہوئے بھی آپ بڑی بے شرمی سے ڈٹ کر یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ آپ کے اَکابر نے پاکستان بنایا۔ ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی

مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری میں اُن ہی بزرگ اَولادِ رسول محمد میاں صاحب نے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے :

> ''اَور جب لیگی جلسہ میں حضرت مولانا اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں''
> (ص۶ سطر۵ مطبوعہ سدریشن پریس ایٹہ)

بلکہ مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری کا صفحہ ۶ سارا اِسی ذکر سے بھرا ہوا ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ جب مسلم لیگ میں تھانوی زندہ باد ہو رہا تھا اَور وہ وہاں آپ سے بہت پہلے سے موجود تھے تو آپ وہاں کیسے پہنچ گئے۔ اَور آپ کی جماعت نے اُس کی تائید کیسے کردی۔ آپ کو ضرور کوئی

بھول ہو رہی ہے آپ تو اِس فتوے بازی میں لگے دینِ اِسلام کو بازیچۂ اطفال بنا رہے تھے۔

احکامِ نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ میں تحریر ہے :

اِسی تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں تحریروں میں شیخ الاسلام تھانہ بھون کہا جاتا ہے حکیم الامت لکھا جاتا ہے لیگ کے اجلاس میں تھانوی کا پیغام خاص احترام و اہتمام سے لیا اَور سنا جاتا ہے۔ لیگ کے جلسہ میں حضرت مولانا اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔(ص۲۱،سطر۱۳ تا ۱۶ و سطر۲۰)

نیز مسلم لیگ کی خرابیوں میں اِسی صفحہ پر تحریر ہے :

مسٹر محمد علی جناح قائد اعظم اَور سیاسی پیغمبر (ص۲۱ سطر۲۱۔۲۲)

اِس میں تاریخی طور پر آپ ہی کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا نام نامی اَور اُن کے پیغامات مسلم لیگ میں کب کے پہنچ چکے تھے۔اَور آپ وہاں غائب تھے پھر بھی پاکستان بنانے والے آپ اَور علماءِ دیوبند پاکستان مخالف۔

آپ اپنی عادتِ شریفہ پر نظر ڈالیں۔کہیں آپ اپنی کسی عادت کی وجہ سے نہ بھول میں پڑ رہے ہوں۔آپ کی عادت ہے کہ آپ پکے پکائے کھانے پر ختم پڑھنے کے بہانے آ موجود ہوتے ہیں۔اِسی طرح جب مسلم لیگ کامیاب ہوگئی اَور پاکستان بننا طے ہوگیا تو آپ بھی تشریف لے آئے۔یہ آپ کی عادت کے عین مطابق ہے کیونکہ ختم پڑھتے وقت آپ یہ نہیں پوچھتے کہ ختم کا مال دینے والا نیچری ہے مسلم لیگی ہے، خاکساری ہے، یا نیب کا ہے۔

آپ کا کسی کو کافر بنانا بھی ذاتی اَغراض اَور حسد وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔اَور جب کفر کا فتوی دینا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ اِس عبارت کا تو اَور کوئی مطلب ہی نہیں ہوسکتا اِس لیے تکفیر ضروری ہے۔اَور جب کوئی اَور غرض ہوتی ہے تو سب باتیں بالائے طاق رکھ دی جاتی ہیں۔اِسی طرح مسلم لیگ اَور پاکستان کے ساتھ آپ نے کیا ہے۔آپ کی کتابیں سب موجود ہیں۔بہتر ہو کہ اِن قصوں کو نہ چھیڑا کریں اَور کسی تعمیری کام میں لگیں۔واللہ الموفق۔

سازشوں کے بعد بچ جانے والا

موجودہ پاکستان

خدا اِسے صحیح معنی میں اِسلامی مملکت بنا دے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ. (پ ۴)

یعنی تم ہی سب سے سر بلند ہو اگر تم اِیمان والے ہو

حامد میاں غفرلہٗ